جامعہ حقانیہ کا ترجمان

ساہیوال
سرگودھا

مجلّہ الحقانیہ

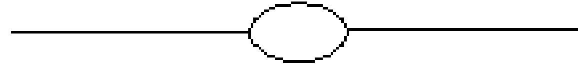
شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ اگست ۲۰۱۰ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہٗ

فہرست





کلمۃ الحق مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

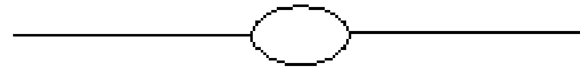
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ہجویری رحمہ اللہ کے مزار مبارک پر خودکش حملے

ع پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بعد الحمد والصلوٰۃ: لاہور میں حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ کے مزار پرانوار پر ہونے والے حالیہ خودکش حملے دہشت گردی کی سنگین واردات ہے اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے، اخباری اطلاع کے مطابق داتا دربار پر دہشت گردوں نے تین خودکش دھماکے کیے جس میں ۴۶ افراد شہید اور دوصد سے زائد زخمی ہوئے، پہلا دھماکہ سونے کے گیٹ پر جبکہ دوسرا دھماکہ تہہ خانہ میں اور تیسرا دھماکہ مسجد کے صحن میں مزار کے بالکل قریب ہوا، حملہ آوروں کی کل تعداد پانچ تھی تین نے خود کو دھماکہ سے اڑالیا اور دو مجرم فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے دھماکوں کے بعد لاہور سمیت ملک بھر میں سیکورٹی ہائی الرٹ کردی گئی اس دل دوز اور روح فرسا حادثہ پر ملک بھر کے تمام مکاتب فکر اور مذہبی وغیر مذہبی جماعتوں اور تنظیموں نے بے حد دکھ اور رنج کا اظہار کیا ہے اور اس اندوہناک سانحہ کے احتجاج میں ایک روز مارکیٹیں بھی بند رہیں، صوبہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ جناب میاں شہباز شریف نے حملوں کی مذمت کرتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ مجرم سزا سے نہیں بچ سکتے وہ اپنے انجام کو پہنچیں گے۔

اس واقعہ کے محرکات واسباب کچھ بھی ہوں اتنی سی بات واضح ہے کہ اگر ممکنہ حفاظتی اقدامات کو پورے طور پر بروئے کار لایا جاتا تو مجرم دربار کے تہہ خانہ میں تو بہت دور کی بات ہے اس کے صحن تک بھی نہ پہنچ سکتے اگر حفاظتی اقدامات پورے طور پر موجود تھے تو پھر یہ کس قدر تعجب خیز بات ہے کہ ۱۰،۱۰ کلو کی بارودی جیکٹوں اور دیگر اسلحہ سمیت دہشت گرد دربار میں داخل ہونے میں کیسے کامیاب ہو گئے، یہ غفلت اور کوتاہی کی انتہاء ہے جو نہایت درجہ حیرت ناک اور باعث افسوس ہے ،بطور خاص جبکہ پہلے سے یہ اطلاع بھی تھی کہ دہشت گرد داتا دربار پر حملہ کی سازش کر رہے ہیں۔



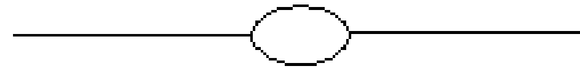
اس حادثہ فاجعہ کے مختلف محرکات واسباب ہو سکتے ہیں لیکن اس میں شبہ نہیں کہ خودکش حملوں کی یہ وبا پورے ملک میں نائن الیون کے بعد پاکستان کے امریکہ کی نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فرنٹ لائن اتحادی بننے کے بعد ہی پھیلی ہے، پاکستان کے محفوظ ایٹمی پروگرام کا خاتمہ اور پنجاب میں طالبان کی موجودگی کے شوشہ کی بنیاد پر پنجاب کا آپریشن اور خودکش حملے اور دھماکے ملک میں بدامنی اور دہشت گردی امریکہ کی اولین ترجیحات میں ہے اور پاکستان میں دہشت گردی کی اصل وجہ ہی دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی جنگ ہے جس میں ہمارے ملک کے ذمہ دار حضرات اس کا ساتھ دے کر اپنے ملک اور عوام کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

ملک دشمن عناصر کا مقصد داتا دربار پر حملہ سے ملک میں دیوبندی بریلوی فرقہ واریت کو ہوا دے کر اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرنا بھی ہو سکتا ہے اس لیے دیوبندی بریلوی مکتب فکر کے سنجیدہ اور دانشمند اور ذمہ دار حضرات کو کسی بھی اقدام سے قبل اس حقیقت کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے بلکہ باہم متحد ہو کر انہیں ایسی گھناؤنی سازشوں کو ناکام بنا دینا ضروری ہے تاکہ آئندہ کسی کو ایسی حرکت کی جرأت نہ ہو۔

وطن عزیز میں رہنے والے تمام مکاتب فکر بطور خاص دیوبندی بریلوی حضرات کا اس پر اتفاق ہے کہ خودکش حملے شریعت اسلامیہ کی رو سے نہ صرف ناجائز بلکہ حرام ہیں، ناحق کسی کی جان و مال کو نقصان پہنچانے کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

حضرت ہجویری رحمہ اللہ کی عظیم شخصیت سب کی مشترکہ متاع ہے اس بارہ میں اہل السنۃ کے دونوں مکاتب فکر دیوبندی بریلوی باہم متحد ومتفق ہیں اور اس سلسلہ میں ان میں دو رائیں نہیں ہیں بلکہ مسلمان تو مسلمان ایسی عظیم روحانی شخصیات کی عقیدت تو غیر مسلموں کے قلوب میں بھی موجود ہوتی ہے اور ان کا نام مبارک آتے ہی ان کی گردنیں احترام سے جھک جاتی ہیں۔

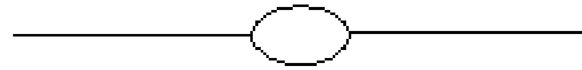
حضرات علماء دیوبند جہاں علم وعمل کے حامل ہیں وہیں شریعت وطریقت کے بھی جامع ہیں اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک وعقیدہ کے مطابق اولیاء کرام کی کرامت کو حق، اپنی اصلاح اور تزکیہ نفس کے لیے ان سے تعلق کو ضروری اور بیعت کو مستحب قرار دیتے ہیں، اولیاء کرام رحمہم اللہ



تعالیٰ کے مشہور سلاسل طیبہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، اور سہروردیہ میں نہ صرف یہ کہ منسلک ہیں بلکہ ان سلاسل میں اپنے بزرگوں کے خلافت یافتہ اور تربیت یافتہ ہونے کے ساتھ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کی تربیت باطنی کی خدمت بھی انجام دے رہے ہیں اور پوری دنیا میں ان کا روحانی علمی فیض موجود ہے۔ سنت طریقہ کے مطابق حضرات اکابر کے مزارات پر حاضری اور ان سے روحانی استفادہ کے بھی وہ قائل ہیں چنانچہ علماء دیوبند کی متفقہ دستاویز ''المہند علی المفند'' میں تصریح ہے:

یستحب عندنا اذا فرغ الا نسان من تصحیح العقائد وتحصیل المسائل الضروریة من الشرع ان یبایع شیخا راسخ القدم فی الشریعة زاهدا فی الدنیا راغباً فی الاٰخرة قد قطع عقبات النفس وتمرن فی المنجیات وتبتل عن المهلکات کاملاً مکملاً ویضع یده فی یده ویحبس نظره فی نظره ویشتغل باشتغال الصوفیةمن الذکر والفکروالفناء الکلی فیه ویکتسب النسبةالتی هی النعمةالعظمی والغنیمةالکبریٰ وهی المعبرعنها بلسان الشرع بالاحسان واما من لم یتیسرله ذٰلك ولم یقدرله ما هنالك فیکفیه الانسلاك بسلکهم والانخراط فی حزبهم فقد قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم المرء مع من احب اولئك قوم لا یشقی جلیسهم وبحمد اللّٰه تعالیٰ وحسن انعامه نحن ومشا ئخنا قد دخلوا فی بیعتهم واشتغلوا باشغالهم وقصدوا للارشاد والتلقین والحمدللّٰه علیٰ ذلك واما الاستفادة من روحا نیة المشا ئخ الاجلة و وصول الفیوض الباطنیة من صدورهم او قبورهم فیصح علی الطریقةالمعروفةفی اهلها وخواصها لابما هوشا ئع فی العوام۔

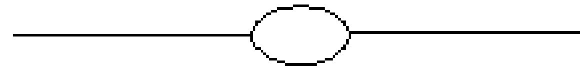
ترجمہ: ہمارے نزدیک مستحب ہے کہ انسان جب عقائد کی درستی اور شرع کے مسائل ضروریہ کی تحصیل سے فارغ ہو جاوے تو ایسے شیخ سے بیعت ہو جو شریعت میں راسخ القدم ہو، دنیا



سے بے رغبت ہو، آخرت کا طالب ہو، نفس کی گھاٹیوں کو طے کر چکا ہو، خوگر ہو، نجات دہندہ اعمال کا اور علیحدہ ہو تباہ کن افعال سے، خود بھی کامل ہو دوسروں کو بھی کامل بنا سکتا ہو ایسے مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنی نظر اس کی نظر میں مقصود رکھے اور صوفیہ کے اشغال یعنی ذکر وفکر اور اس میں فناء تام کے ساتھ مشغول ہو اور اس نسبت کا اکتساب جو نعمت عظمیٰ اور غنیمت کبریٰ ہے جس کو شرع میں احسان کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اور جس کو یہ نعمت میسر نہ ہو اور یہاں تک نہ پہنچ سکے اس کو بزرگوں کے سلسلہ میں شامل ہو جانا ہی کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہ سکتا اور بحمد اللہ ہم اور ہمارے مشائخ ان حضرات کی بیعت میں داخل اور ان کے اشغال کے شاغل اور ارشاد وتلقین کے درپے رہے ہیں والحمدللہ علیٰ ذلک۔

اب رہا مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیوض پہنچنا سو بے شک صحیح ہے، مگر اس طریق سے جو اس کے اہل اور خواص کو معلوم ہے نہ اس طرز سے جو عوام میں رائج ہے۔ (ص۴۴،۴۵)

اس بارہ میں اکابرین ومشاہیر علماء دیوبند میں سے حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری، حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی حضرت اقدس شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی وغیرہم کے اسماء گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں ان حضرات کی علمی، روحانی، اصلاحی اور تبلیغی خدمات سے پوری دنیا واقف ہے یہ اکابر علم وعمل کے جامع اور شریعت وطریقت کے رہنما اپنے اپنے دور کے قطب اور اولیاء کرام میں سے تھے، حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی تصوف اور روحانیت پر خدمات سے کوئی بھی منصف مزاج انکار نہیں کرسکتا حتیٰ کہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تصوف میں آپ کی خدمات کا اعتراف فرمایا ہے دیگر اولیاء کرام کی طرح حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کی عظمت بھی ان کے دلوں میں پورے طور پر



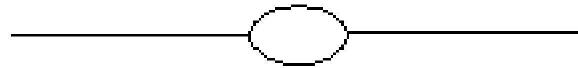
موجود ہے چنانچہ حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ ۱۹۳۸ء میں جب لاہور تشریف لائے تو دوران قیام حضرت ہجویری رحمہ اللہ کے مزار پرانوار پر بھی حاضر ہوئے یہ واقعہ حضرت کے سفر نامہ لاہور میں قابل ملاحظہ ہے۔

ہمارے تمام مشائخ اور علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اولیاء حق کے مزارات پر حاضری کو سعادت سمجھتے ہیں، احقر کو بھی متعدد بزرگوں کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے اور لاہور میں حضرت اقدس ہجویری رحمہ اللہ کے مزار پرانوار پر کئی مرتبہ حاضری ہوئی بلکہ ۱۹۷۵ء میں پہلی مرتبہ حضرت اقدس کے مزار مبارک پر حاضری حضرت اقدس والد ماجد رحمہ اللہ کے ساتھ ہوئی تھی۔

ان حالات کے تناظر میں اس واقعہ کو دیوبندی مکتب فکر کے ساتھ جوڑنا کسی بھی طرح قرین انصاف نہیں امید ہے کہ اہل فکر اور منصف مزاج حضرات ہماری ان معروضات کو بغور ملاحظہ فرما کر دہشت گردی کے ان واقعات کی اصل وجہ کو تلاش کرنے اور حتی الامکان اس کے ازالہ کی ضرور کوشش فرمائیں گے ان گزارشات کا مقصد بھی یہی ہے کہ دشمن کی چال کو سمجھا جائے اور باہم دست وگریبان ہونے کی بجائے متحد و متفق ہو کر اس کا مقابلہ کیا جائے، یہ قیاس وانصاف کا بھی تقاضہ ہے۔ واللہ الموفق والمعین۔ فقط

احقر عبدالقدوس ترمذی

۲۱؍رجب المرجب ۱۴۳۱ھ



مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

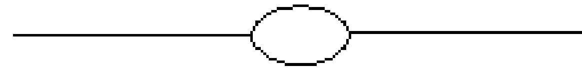
درس قرآن کریم

اب اس چار سال کی قلیل مدت کو دیکھئے، اور قرآن کے اس نفوذ واثر پر نظر ڈالیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تقریباً پورے جزیرۃ العرب پر قرآن کی حکومت تھی، ایک طرف سرحد روم تک اور دوسری طرف عراق تک، تیسری طرف عدن تک پہنچ چکی تھی۔

اگر اس سے بھی قطع نظر کر لی جائے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے، اس کو بھی نظر انداز کیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ایک ایسی قوم تھی کہ جس نے کبھی کسی بادشاہ کی اطاعت قبول نہ کی تھی، اس کو بھی بھول جایئے کہ ساری دنیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تھی، اور مشرکین عرب یہود ونصاریٰ سب کے سب مل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قرآن کو دنیا سے مٹانے پر تلے ہوئے تھے، بالکل سازگار فضا مان لیجئے تو بھی ایک نئے نظام نئے قانون اور نئے اصول کی پہلے تو تدوین وترتیب پھر اس کی تعلیم وتفہیم اور پھر اس کی عملی تنفیذ اور اس کے ذریعہ ایک پاکباز معاشرہ، اور ملک بھر میں امن وسکون پیدا کرنے کے لیے کتنی مدت، کتنا سرمایہ، کتنے آدمی درکار ہیں، اور کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل تھے؟ آج کے نظاموں کو سامنے رکھ کر حساب لگایئے تو ایک اندھے کی بھی آنکھیں کھل جائیں گی کہ یہ نفوذ واثر یہ روحانی تاثیر بجز خاص قدرت الٰہیہ کے کسی بھی طرح ظاہر نہیں ہوسکتی۔

اعجاز قرآنی کے پورے وجوہ اور ان کی تفصیلات کا بیان ایک نہایت طویل بحث ہے علماء امت نے اس پر بیسیوں مستقل کتابیں ہر زمانہ میں مختلف زبانوں میں تصنیف فرمائی ہیں۔

سب سے پہلے تیسری صدی ہجری میں جاحظ نے نظم القرآن کے نام سے مستقل کتاب لکھی، پھر چوتھی صدی کے اوائل میں ابوعبداللہ واسطی نے بنام اعجاز القرآن ایک کتاب تصنیف کی، پھر اسی صدی میں ابن عیسیٰ ربانی نے ایک مختصر رسالہ بنام اعجاز القرآن لکھا، قاضی ابوبکر باقلانی نے پانچویں صدی کے اوائل میں اعجاز القرآن کے نام سے ایک مفصل ومبسوط



کتاب لکھی ،علامہ جلال الدین سیوطی نے اتقان اور خصائص کبریٰ میں امام رازی نے تفسیر کبیر میں، قاضی عیاض نے شفاء میں بڑی شرح وبسط کے ساتھ اس مضمون کی تفصیل لکھی، آخری دور میں مصطفیٰ صادق رافعی مرحوم نے اعجاز القرآن کے نام سے اور جناب سید رشید رضا مصری نے الوحی المحمدی کے نام سے مستقل جامع اور مبسوط کتابیں لکھیں، اردو زبان میں استاد محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے ایک رسالہ بنام اعجاز القرآن تصنیف فرمایا۔

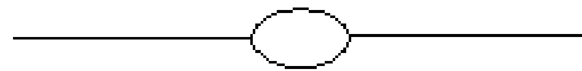
یہ بھی قرآن مجید کی خصوصیات میں سے ہے کہ اس کے ایک ایک مسئلہ پر مکمل تفسیروں کے علاوہ مستقل رسائل و کتابیں اتنی لکھی گئیں ہیں کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

عرض کرنا یہ ہے کہ یہ مضمون اپنی پوری تفصیل کے ساتھ تو اس جگہ بیان نہیں ہوسکتا لیکن جتنا بیان ہو چکا ہے وہ بھی ایک منصف مزاج انسان کو اس پر مجبور کر دینے کے لیے کافی ہے کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان معجزہ تسلیم کر لے۔

چند شبہات اور جوابات

بعض لوگوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ قرآن کے مقابلہ میں کتابیں اور مقالات لکھے گئے مگر وہ محفوظ نہ رہے ہوں۔

لیکن اگر ذرا بھی انصاف سے کام لیا جائے تو اس احتمال کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ جب سے قرآن نازل ہوا، پوری دنیا میں قرآن کے ماننے والے کم اور منکرین زیادہ رہے ہیں، اور یہ بھی معلوم ہے کہ ذرائع نشر و اشاعت جتنے منکرین قرآن کو حاصل رہے ہیں قرآن کے ماننے والوں کو اکثر قرون میں اس کا کوئی قابل ذکر حصہ حاصل نہیں رہا قرآن اتنا بلند و بانگ دعویٰ اپنے مخالفین کے سامنے کرتا ہے، ان کو چیلنج دیتا ہے، غیرتیں دلاتا ہے اور مخالفین اسلام اس کے مقابلہ جان مال اولاد سب کچھ قربان کرنے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں، اگر انہوں نے قرآن کا چیلنج قبول کر کے کوئی چیز مقابلہ کے لیے پیش کی ہوتی تو کیسے ممکن تھا کہ وہ ساری دنیا میں شائع نہ ہوتی اور ہر زمانہ میں منکرین قرآن مسلمانوں کے مقابلہ میں اس کو پیش نہ کرتے اور مسلمانوں کی طرف سے اس پر جرح وقدح میں سینکڑوں کتابیں نہ لکھی گئی ہوتیں۔ (معارف القرآن ص ۱۶۰)



مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شخص ایمان نہ لائے اور ان کے لائے ہوئے دین کو اپنا دین نہ بنائے وہ نجات نہیں پا سکتا

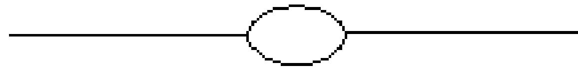
عن ابی هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال والذى نفس محمد (صلى الله عليه وسلم) بيده لا يسمع بى احد من هذه الامة يهودى ولا نصرانى ثم يموت ولم يؤمن بالذى ارسلت به الا كان من اصحاب النار (رواہ مسلم)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے، اس امت کا (یعنی اس دور کا) جو کوئی بھی یہودی یا نصرانی میری خبر سن لے (یعنی میری نبوت و رسالت کی دعوت اس کو پہنچ جائے) اور پھر وہ مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو ضرور وہ دوزخیوں میں ہوگا۔

تشریح:

اس حدیث میں یہودی اور نصرانی کا ذکر صرف تمثیل کے طور پر اور یہ ظاہر کرنے کے واسطے کیا گیا ہے کہ جب یہود و نصاریٰ جیسے مسلّم اہل کتاب بھی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر اور ان کی شریعت کو قبول کیے بغیر نجات نہیں پا سکتے تو دوسرے کافروں مشرکوں کا انجام اسی سے سمجھ لیا جائے۔

بہر حال حدیث کا مضمون عام ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس دور محمدی میں (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے شروع ہوا ہے اور قیامت تک جاری رہے گا) جس شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی دعوت پہنچ جائے اور وہ آپ پر ایمان نہ لائے اور آپ صلی اللہ علیہ



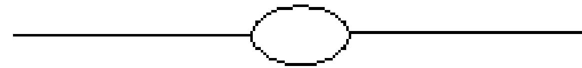
وسلم کے لائے ہوئے دین کو اپنا دین نہ بنائے اور اسی حال میں مرجائے تو وہ دوزخ میں جائے گا اگر چہ وہ کسی سابق پیغمبر کے دین اور اس کی کتاب وشریعت کا ماننے والا کوئی یہودی یا نصرانی ہی کیوں نہ ہو، الغرض خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد آپ پر ایمان لائے اور آپ کی شریعت کو قبول کیے بغیر نجات ممکن نہیں، ہاں جس بے چارہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اطلاع اور اسلام کی دعوت ہی نہ پہنچی ہو وہ معذور ہے یہ مسئلہ دین اسلام کے قطعیات اور بدیہیات میں سے ہے جس میں شک وشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی حیثیت کو نہ سمجھنے ہی سے ہوسکتا ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ أرئیت رجلاً من النصاری متمسکاً بالانجیل ورجلا من الیھود متمسکاً بالتوراۃ یؤمن باللہ ورسولہ ثم لم یتبعك قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع بی من یھودی او نصرانی ثم لم یتبعنی فھو فی النار(اخرجہ الدارقطنی فی الافراد)۔

(یہ حدیث مولانا بدر عالم صاحب نے ترجمان السنۃ جلد دوم میں نقل فرمائی ہے اس ناچیز نے نظر ثانی کے وقت وہیں سے اس کا اضافہ کیا ہے)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں بیان کیا، کہ ایک شخص رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ایک نصرانی شخص ہے جو انجیل کے موافق عمل کرتا ہے اور اسی طرح ایک یہودی شخص ہے جو تورات کے احکام پر چلتا ہے اور وہ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان بھی رکھتا ہے مگر اس کے باوجود وہ آپ کے دین اور آپ کی شریعت پر نہیں چلتا تو فرمایے کہ اس کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس یہودی یا جس نصرانی نے میری بابت سن لیا (یعنی میری دعوت اس کو پہنچ گئی) اور اس کے بعد بھی اس نے میری پیروی اختیار نہیں کی تو وہ دوزخ میں جانے والا ہے۔

(معارف الحدیث ص ۹۰)



مرسلہ: محمد صدیق عفا اللہ عنہ

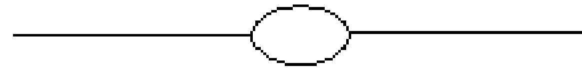
ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

بفلم: حضرت مولانا حافظ ابرار الحق صاحب حقی تصحیح: مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری قدس سرہما

O فرمایا میں نے اس سفر میں بیعت کرنے سے اکثر سے انکار کردیا ہے مگر عورتیں بشرط اذن شوہر اس سے مستثنیٰ ہیں، وہ واجب الرحم ہیں مجھے ان پر بہت رحم آتا ہے۔ باقی تعلیم کے لیے سفر میں بھی خط بھیجنے کی اجازت ہے۔

O فرمایا مجھے مسلمان کے ایک ایک پیسے کا خیال رہتا ہے کہ بے جا صرف نہ ہو اور میں اس معاملہ میں بنسبت غرباء کے امراء کی زیادہ رعایت کرتا ہوں کیونکہ امراء بظاہر تو ٹھاٹھ سے رہتے ہیں لیکن حال یہ ہوتا ہے کہ اکثر خرچ ان کی آمدنی سے زائد ہوتا ہے دوسروں کے مقروض ہوتے ہیں اور غریب بے چارے عموماً حسب حیثیت خرچ کرتے ہیں بلکہ آمدنی سے کم ہی خرچ کرتے ہیں اس لیے بھی میں ہدیہ میں امراء کے لیے زیادہ قیدیں لگاتا ہوں غرباء کے لیے اتنی قیود کی ضرورت نہیں البتہ اصول کی رعایت غرباء وامراء دونوں کے لیے لازمی ہے۔ میں خلاف اصول کسی سے ہدیہ قبول نہیں کرتا۔

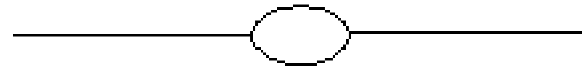
O فرمایا میرٹھ میں سلامت علی نامی ایک بہت متقی طبیب تھے نبض دیکھنے کے وقت سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم پڑھا کرتے تھے اور نسخہ لکھ کر آیات شفاء اس پر دم کیا کرتے تھے اس سے بہت نفع ہوتا تھا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مولوی سید محمد صاحب مچھلی شہری سب جج جب اجلاس پر بیٹھتے تھے وہ بھی سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم پڑھا کرتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ قلم سے حق ہی نکلے متقی اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے ایک مرتبہ یہ مسجد میں حسب عادت نماز پڑھنے گئے ایک شخص نے قصداً ان کے پاس کھڑے ہوکر نماز پڑھی اور پھر اتنے زور سے دعا مانگی کہ یہ بھی سن لیں کہنے لگا کہ اے اللہ تو جانتا ہے فلاں مقدمہ میں میں حق پر ہوں تو میرے مطابق فیصلہ کرادے، سب جج



صاحب گھبرائے کہ اب کیا فیصلہ کروں کاغذ کچھ اور بتاتے ہیں یہ شخص کچھ اور کہتا ہے اور پھر قسم کے ساتھ کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے یہ لوگ ایسی باتوں سے میری جماعت چھڑائیں گے، اس واقعہ کو بیان فرما کر فرمایا کہ پہلے دنیا دار بھی ایسے دیندار ہوتے تھے کہ آج کل کے مشائخ وعلماء وہاں تک بمشکل پہنچتے ہیں پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا سلامت اللہ صاحب کانپوری نے وعظ فرمایا اس جلسہ میں ایک سب جج صاحب بھی جو مولوی تھے موجود تھے کسی نے مولانا سے مسئلہ پوچھا مولانا نے جواب دیا اس نے جواب سن کر کہا کہ فلاں سب جج صاحب تو یہ کہتے ہیں (ان ہی کا نام لیا) فرمایا کہ وہ گوہ کھاتے ہیں سب جج صاحب فوراً اسی مجلس میں دست بستہ ہو کر کہنے لگے واقعی میں گناہگار ہوں سود کی ڈگریاں دیتا ہوں مجھ کو مسئلہ بتانے کا حق نہیں ان شاء اللہ آئندہ ایسا نہ ہوگا جو کچھ ان سب جج نے کیا آج کل بڑے بڑے علماء سے نہیں ہوسکتا الا ما شاء اللہ۔

O ایک صاحب نے جو ایک تفسیر کے مختلف حصے ملک میں شائع کر چکے ہیں حضرت والا کی خدمت میں اپنی اصلاح کا تعلق پیدا کرنے کی درخواست بھیجی حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ کیا آپ ان مضامین سے جو آپ نے تفسیر میں غلط سلط لکھے ہیں رجوع فرمالیں گے اس کے بعد ان کا خط آیا حضرت نے مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ آج فلاں صاحب کا خط آیا ہے انہوں نے صریح اور صاف الفاظ میں تفسیر کے محرف مضامین سے رجوع کر لیا اور لکھا ہے کہ آپ جس طرح چاہیں اس رجوع کو شائع کر دیں میں نے جواب میں لکھ دیا ہے کہ چونکہ رجوع کے شائع کرنے میں میری کوئی مصلحت نہیں سراسر آپ ہی کی مصلحت اور منفعت ہے اس لیے آپ خود ہی شائع کریں پھر فرمایا انہوں نے شائع شدہ تفسیر سے رجوع کرنے میں ہمت سے کام لیا میں اس کی داد دیتا ہوں جب طلب صادق ہوتی ہے تو یہی اثر ہوتا ہے۔

(ان صاحب نے اپنا رجوع نامہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجا تھا حضرت نے مناسب ترمیم کر دی تھی اس کے بعد انہوں نے روزنامہ انقلاب میں اس کو شائع کرا دیا تھا، ۱۲ جامع)



ترتیب وعناوین: مولوی عبید الرحمن سلمہ

یوم آزادی ۱۴ راگست ۱۹۸۱ء کے موقع پر

ایک تاریخی خطاب

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

بیان جمعہ جامع مسجد حقانیہ ساہیوال سرگودھا

بتاریخ: ۱۵ رشوال المکرّم ۱۴۰۱ھ بمطابق ۱۴ راگست ۱۹۸۱ء

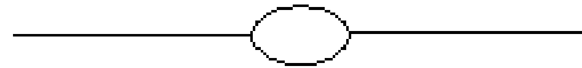
الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذباللّٰہ من شرورانفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلامضل لہ ومن یضللہ فلاھادی لہ ونشھدان لاالہ الااللّٰہ وحدہ لاشریك لہ ونشھدان سیدنا ومولانا ونبینا محمداً عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین امابعدفاعوذباللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم الذین ان مکّنھم فی الارض أقاموا الصلوٰۃ واتوالزکوٰۃ وأمروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللّٰہ عاقبۃ الامور۔

یا رب صل و سلم دائماً ابدا علیٰ حبیبك خیرالخلق کلھم

ترجمہ: یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ خود بھی نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے (پس مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر یہ کیوں کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ انجام بھی ان کا یہی رہے گا بلکہ ممکن ہے کہ اس کا عکس ہو جاوے چنانچہ ہوا)۔(بیان القرآن)

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی فضیلت

اس وقت قرآن پاک کی جو آیت تلاوت کی ہے اس سے اوپر کی آیات میں صحابہ کرام

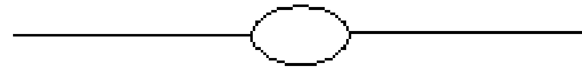


رضی اللہ عنہم کو جہاد کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا یعنی ان کو جہاد اور قتال کا حکم اس وجہ سے دیا گیا کہ وہ مکہ کے اندر مظلوم تھے، کافر ان پر ظلم کرتے تھے، اس پر جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کا ذکر آیا ہے اس میں یہ بات ارشاد فرمائی کہ الذین ان مکنھم فی الارض اگر ان کو مکنت فی الارض یعنی زمین میں حکومت دے دی جائے، زمین پر ان کو قدرت حاصل ہو جائے تو یہ حکومت اور طاقت حاصل کرنے کے بعد اللہ کے حکم کو عمل میں لائیں گے، اقاموا الصلوۃ نماز کو قائم کریں گے، واتوا الزکوۃ زکوۃ ادا کریں گے، نماز عبادت بدنیہ ہے اور اتوا الزکوۃ میں مالی عبادت کا ذکر فرمایا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمکن کے بعد اور زمین میں اختیار و قدرت اور حکومت حاصل کرنے کے بعد یہ لوگ اللہ کی مقرر کی ہوئی سب عبادات کو ادا کریں گے، نماز اور زکوۃ کے عامل رہیں گے، ساری مالی اور بدنی عبادات کے وہ خود بھی عامل رہیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف دوسروں کو بھی اچھے کاموں کا حکم دیں گے، ونھوا عن المنکر اور بری باتوں سے روکیں گے، اب تو یہ حکومت میں نہیں ہیں اور ان کو اختیار نہیں ہے لیکن قدرت اور اختیار کے بعد بھی وہ خدا کو بھولیں گے نہیں، عبادتوں میں لگے رہیں گے، پھر بھی عبادات کے بارے میں ان کا حال ایسا ہی ہوگا جیسا کہ پہلے ہے، خود بھی عامل رہیں گے دوسروں کو بھی عمل کی ترغیب دیں گے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا شعبہ

یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دو شعبے حکومت کی ذمہ داری میں داخل ہیں، براہ راست حکومت ان کو کنٹرول کرتی ہے اور اپنے اختیار کو استعمال کر کے نیکیوں کو پھیلاتی ہے اور برائیوں کو روکتی ہے، یہ بھی حکومت کا ایک خاص فرض اور اس کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اقتدار کے زمانے میں اختیار اور قدرت کے تحت تمام مملکت میں برائیوں کو دور کریں اور نیکیوں اور اچھائیوں کو پھیلائیں، اسی کو بتایا ہے کہ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔

پہلے اپنے عمل کا ذکر کیا کہ حکام اور اقتدار والے خود نیکیاں کریں گے ان میں نماز کا ذکر

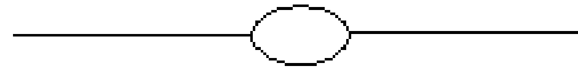


کیا جو ساری عبادات بدنیہ میں اونچے درجے کی عبادت ہے، اور زکوۃ کا ذکر کیا جو ساری عبادات مالیہ میں اونچے درجے کی عبادت ہے، گویا حکام اور ذی اقتدار لوگوں کے لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ خود عامل ہوں خدا تعالیٰ کے تمام احکام کے وہ پابند ہوں، سب بدنی اور جانی عبادتوں اور تمام مالی عبادتوں کو خود عمل میں لائیں پھر اس کے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کریں۔

اسلامی حکومت کی ذمہ داری

نیکیوں کا حکم اور برائیوں سے روکنا اقتدار اور اختیار کے لوازمات میں سے ہے، کہ جب اختیار اور قدرت ہو تو آدمی کے فرائض میں یہ بات بھی داخل ہے کہ وہ نیکیوں کو پھیلائے اور برائیوں کو دور کرے، ایک تو ہوتا ہے صرف بتلانا اور سمجھانا، یہ تو علماء اور واعظین بھی کرتے ہیں اور ایک ہے ''امر'' یعنی حکم دینا اور ''نہی'' یعنی منع کرنا، روکنا اور برائی کو بند کر دینا، یہ دونوں اختیار اور اقتدار کو چاہتے ہیں، اس لئے فرمایا الذین ان مکنھم کہ اختیار اور اقتدار حاصل کرنے کے بعد امر اور نہی کریں گے، پتہ چلا کہ امر اور نہی میں طاقت اور قوت کو اختیار کریں گے ''امر'' آدمی وہیں کرتا ہے جہاں اسے اختیار ہوتا ہے، اگر اختیار نہ ہو تو صرف مسئلہ بتا دیتا ہے آگے حکم کرنا اختیار پر موقوف ہے۔

باپ کو چھوٹی اولاد پر اختیار رہے، وہ اس پر زبردستی کر سکتا ہے، اسے حکم دے سکتا ہے، اسی طرح استاد کو شاگرد پر اختیار رہے استاد اس پر طاقت استعمال کر سکتا ہے، برائی سے روکے گا اچھائی اور نیکی کا حکم کرے گا، جس صاحب اختیار کو زمین پر قدرت ہو، ملک پر قدرت ہو اور وہ اپنے دائرہ مملکت میں رعایا پر اختیار رکھتا ہو تو وہ رعایا کو بھلائی کا حکم کرے گا اور برائی سے روکے گا، صرف وعظ نہیں کہے گا اور صرف تقریر نہیں کرے گا، بلکہ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر یعنی برائی کو بند کرے گا جتنے برائی کے اڈے ہیں اور جہاں جہاں سے برائی پیدا ہوتی ہے ان تمام مناخوں اور منبعوں کو بند کرے گا، ملک میں فحاشی، بدکاری، بے حیائی اور بہت سی برائیوں اور بے حیائیوں کا جو چلت اور پھیلاؤ ہے ان کے ان اسباب کو روکے گا جن سے وہ برائیاں پیدا ہوتی ہیں اور اچھائیوں اور نیکیوں کے اسباب کو جاری کرے گا جن سے بھلائی کا چلت ہو جائے



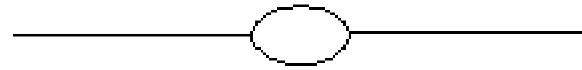
اور بھلائی عام ہو جائے، گویا دولفظوں میں بتا دیا کہ اسلامی حکومت کا سارا انتظام ان ہی دولفظوں میں ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ۔

آیت کریمہ کی جامعیت

اس آیت مبارکہ میں چار فقرے ہیں اور ان چار فقروں میں اسلامی سلطنت کے حاکموں اور محکوموں کے لائحہ عمل اور نظام سلطنت کو سمو دیا گیا اور لپیٹ دیا گیا ہے، حاکم کیسے ہونے چاہئیں؟ نماز اور زکوۃ کے پابند ہوں، ان میں نماز عبادت بدنیہ ہے اور زکوۃ عبادت مالیہ ہے، مطلب یہ ہے کہ اسلامی ملک کے حاکم اور اس کے با اقتدار اور با اختیار لوگ ساری مالی اور بدنی عبادتوں کے عامل اور ادا کرنے والے ہوں، پھر آگے فرمایا وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر یعنی پھر وہ اسلامی نظام قائم کریں اور برائیوں کے اسباب اور برائیوں کے منبع جہاں برائیاں پیدا ہوتیں اور جہاں سے اگتی، پھوٹتی اور نکلتی ہیں ان کو جڑ سے اکھاڑ دے اور فنا کر دے اور ختم کر دے، اور جہاں سے اچھائیاں پیدا ہوتی، اگتی اور پھیلتی ہیں ان اسباب کو اپنی مملکت میں جاری کر دے، یہ ہے اسلامی نظام حکومت۔

اسلامی نظام حکومت کی برکت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اطہر میں جب ہجرت ہوگئی اور آپ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ شریف آ گئے تو وہاں اسلامی حکومت قائم ہوگئی، آپ کے زمانے میں اسلامی نظام قرآن کریم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی جو اس قرآن کا بیان، اس کی تفسیر اور تشریح ہے ان کی روشنی میں چلتا رہا، پھر خلافت راشدہ کا دور آیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اڑھائی سال اسی نظام پر عمل کیا، خود بھی شریعت کے عامل اور پابند رہے اور دوسروں کو شریعت کا پابند بنانے کا بھی ہر طرح سے انتظام کیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مملکت میں بڑی توسیع اور اضافہ ہوا اور ایران وشام کا علاقہ اسلامی مملکت میں شامل ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صرف جزیرہ عرب کے اندر اسلامی حکومت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں شام



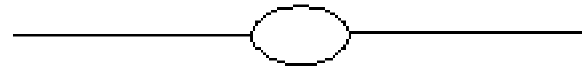
اورایران تک پہنچی ،پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساڑھے بارہ سال کے زمانے میں بھی بہت ترقی ہوئی اور افریقہ اور روس تک اسلام کا جھنڈا قائم ہوا، بحری جہاد ہوئے اور بہت سی فتوحات ہوئیں ،قسطنطنیہ جیسے علاقے آپ کے زمانے میں فتح ہوئے ،اوران فتوحات کے ساتھ اسلامی حکومت کا رقبہ بڑھتا چلا گیا، یہ ساری برکت صرف اسی چیز کی تھی کہ اقتدار میں آنے والے صاحب اختیار حضرات سب کے سب پکے شریعت کے عامل تھے ، نیکیوں کے پھیلانے کے حریص اور برائیوں کو دور کرنے والے تھے اورامر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم پر عامل تھے۔

آیت کریمہ کے اولین مصداق

اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ میں فرمایا کہ اگر ہم انہیں اختیار اور طاقت دیدیں تو وہ خود بھی عامل ہوں گے اور دوسروں کو بھی نیکی کی راہ بتلائیں گے اور برائیوں سے روکیں گے، اس کا پورا مصداق حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت راشدہ ہے کہ ان حضرات نے صاحب اختیار ہوکر اور اقتدار میں آنے کے بعد بھی شریعت پر پورا پورا عمل کر کے دکھایا، جس کی بنا پر ان کی سلطنت میں اوران کے تمام امور میں ہمیشہ ترقی ہوتی رہی اور شریعت اسلامیہ کی برکتوں سے لوگوں کو دور دور تک فائدہ پہنچا اور اسلام کی شمعیں جزیرہ عرب سے نکل کر شام و ایران اور افریقہ و یورپ تک روشن ہوئیں ۔

تحریک پاکستان

ہم بہت سی باتیں کرتے ہیں لیکن ہمارا عمل سست ہے، بلکہ عمل سست کیا بدعملی ہی ہے، ہمیں بھی تھوڑا غور کرنا چاہیے اور اپنے عمل کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، پینتیس سال ہوگئے ہیں کہ پاکستان دنیا میں اسلامی سلطنت کے نام سے ظاہر ہوا اور مسلمانوں نے بڑی تکلیفیں برداشت کر کے اور بہت سی قربانیاں دے کر اس سلطنت کو حاصل کیا، اس کے حاصل کرنے کی جدوجہد میں مسلمانوں کے ہر طبقہ نے حصہ لیا، مشائخ اور علماء نے بھی، وکلاء اور طلباء نے بھی، تاجروں اور ملازموں نے بھی مختلف طریقوں سے حصہ لیا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جس مقصد یعنی اسلامی حکومت کیلئے یہ سب قربانیاں دی گئی تھیں کیا وہ ہم نے حاصل کرلیا؟ اس کی طرف ہم جب بھی غور کریں گے اور پینتیس



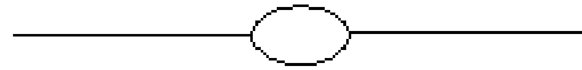
سال کے اس پچھلے دور کا جائزہ لیں گے تو ہمیں جواب نفی میں ملے گا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ میرا یہ خیال درست ہے اور مجھے اس خیال کے قائم کرنے میں کوئی چیز مانع معلوم نہیں ہوتی۔

شاہ اسماعیل شہید کا جہاد تحریک پاکستان کی سب سے پہلی کڑی

میرا تعلق علماء کے اس طبقے سے ہے جنہوں نے اپنے دل میں اسلامی حکومت کی ایسی تڑپ رکھی ہوئی تھی کہ اس کے لیے اپنی جانوں تک کی قربانی دے دی ،حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے ورثاء مولانا اسماعیل شہید اور سید احمد صاحب بریلوی رحمہما اللہ نے سرحد کے اندر جا کر جہاد کیا اور اپنی جانیں اللہ کے راستے میں پیش کر دیں ،اور یہ جہاد تحریک پاکستان اور ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنے کی جدوجہد کی سب سے پہلی کڑی تھی جب بھی کوئی شخص تحریک پاکستان کا تاریخ وار جائزہ لے گا اس میں سید احمد شہید کی جدوجہد اور مولانا اسماعیل شہید کی قربانیوں کا ضرور ذکر کرے گا۔

معرکہ شاملی

اس معرکہ کے کچھ ہی دنوں بعد ۵۷ء کا معرکہ پیش آیا اور انگریزوں کو نکالنے کی مسلح کوشش کی گئی ،اس میں ہمارے اکابر علماء ومشائخ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ،حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ،حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی ،حضرت مولانا مظہر صاحب نانوتوی اور بڑے بڑے اکابر ،علماء واولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالی علیہم اجمعین نہ صرف یہ کہ فتویٰ دے کر بیٹھے رہے بلکہ انہوں نے انگریزوں کے خلاف تلواریں اور بندوقیں ہاتھ میں لے کر جہاد شاملی میں حصہ لیا اور اپنی قربانیاں پیش کیں پیر طریقت حضرت حاجی امداداللہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھی اور ایک ہی حجرے کے اندر بالکل قریب رہنے والے حضرت مولانا سید حافظ محمد ضامن شہید رحمہ اللہ معرکۂ شاملی میں شہید ہوئے ۵۷ء کے جہاد میں بھی تاریخ کا نقل کرنے والا علماء کی جدوجہد کو سرفہرست شمار کرنے پر مجبور ہوگا۔اس کے بعد بھی یہ سلسلہ چلتا رہا اور انگریز کے پنجے اس ملک میں مضبوط ہوتے چلے گئے اور بہت سے علماء شہید ہوئے ، ۵۷ء کے جہاد میں بھی جب انگریزوں نے علاقے پر قبضہ مضبوط کرلیا تو تاریخ دان



جانتے ہیں کہ دلی کے اندر پھانسی کی سولی لٹکائی گئی اور پانچ سو علماء کو اس پر لٹکایا گیا۔

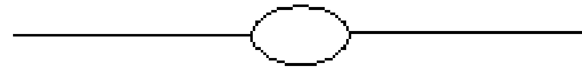
آج ہر طبقہ خود کو پاکستان کا محرک قرار دیتا ہے، میں آپ سے عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ تحریک پاکستان میں علماء کا کردار مسلمانوں سے اوجھل کیا جا رہا ہے مسلمانوں کے سامنے علماء کا کردار آنا چاہیے تحریک پاکستان میں مسلمانوں کے ہر طبقے نے حصہ لیا ہے لیکن علماء کی قربانیاں پیش در پیش ہیں، کوئی طبقہ علماء کی قربانیوں کو بھلا نہیں سکتا۔

تحریک ریشمی رومال

۱۸۵۷ء کے بعد بھی مختلف تحریکیں چلیں، حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے استاد گرامی اور ہمارے دادا استاد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی نے ریشمی رومال کی تحریک چلائی اور انگریز کے خلاف پوری اسلامی دنیا کو تیار کیا، کابل کے اندر بھی ترکی کے اندر بھی اور عرب کے اندر جا کر خود حرم مکی کے اندر بھی انگریزوں کے خلاف جہاد کی پوری کوشش کی، یہاں تک کہ ان پر بغاوت کے سنگین مقدمات جاری ہوئے اور کئی سال تک ان کو مصر کے علاقے جزیرہ مالٹا میں قید و بند کی تکلیفیں اٹھانا پڑیں اور کئی سال تک مولانا حسین احمد مدنی اور ان کے بعض دوسرے ساتھی حضرت شیخ الہند کے ساتھ رہے اور جب ہندوستان واپس آئے تو حضرت شیخ الہند کا چھ مہینے کے بعد انتقال ہو گیا۔

تحریک خلافت

اس کے بعد خلافت کمیٹی کا زمانہ آیا اور علماء نے اس میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس کا مقصد بھی یہ تھا کہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکال دیں، انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کی جدوجہد میں علماء کا کوئی طبقہ ایسا نہیں جس نے حصہ نہ لیا ہو، دیوبند کے علماء نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جن میں حضرت شیخ الہند کا نام سرفہرست ہے حضرت مدنی کا نام سب سے اول ہے، قید و بند کی تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھانے والے یہ سب بزرگ انگریز کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے تھے، اس کی سلطنت کے باغی اور مخالف تھے۔ جب یہ جدوجہد شروع ہوئی اس وقت کانگریس کے ساتھ مسلم لیگ بھی تھی اور مسلم لیگ نے کانگریس کے ساتھ ہو کر انگریزوں کو نکالنے کی جدوجہد میں حصہ لیا تھا۔



مسلم لیگ کی کانگریس سے علیحدگی

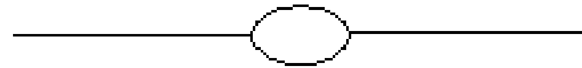
سب سے پہلے ۱۹۳۸ء میں جھانسی کے الیکشن میں مسلم لیگ اور کانگریس کے درمیان اختلاف ہوا اور محمد علی جناح نے علیحدہ الیکشن لڑنے کا موقف اختیار کیا، یہ ایک نیا دور تھا جس میں مسلم لیگ کانگریس سے علیحدہ ہوگئی، وقت تھوڑا ہے الحمدللہ مجھے ان سب باتوں کا علم ہے اور میں ان باتوں کے اندر گیا ہوں، میں دیکھ کر کہہ رہا ہوں سن کر نہیں کہہ رہا لیکن وقت تھوڑا ہے بات مختصر کر رہا ہوں بصرف یاد دلانا مقصود ہے یہ مضمون تو طالب علموں کے تعلیمی کورس کے اندر آنا چاہیے، ہماری نئی نسل کو کچھ پتا نہیں کہ پاکستان بننے کے محرکات کیا ہیں؟ اسباب کیا ہیں؟ کن جماعتوں نے پاکستان بنانے میں کیا حصہ لیا؟ مسلمانوں کے بچوں کو ناواقف رکھا جا رہا ہے بڑے لوگ جن کو آنکھوں دیکھا حال معلوم ہے بہت تھوڑے رہ گئے ہیں۔

تعمیر پاکستان میں حضرت تھانوی اور ان کے رفقاء کا کردار

میرے عزیز دوستو! ۳۸ء میں مسلم لیگ اور کانگریس کا اختلاف ہوا اور دونوں نے علیحدہ الیکشن لڑا، اس وقت بھی علماء دیوبند کے سرتاج اور دیوبند کے مدرسہ کے سرپرست حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے مسلم لیگ کی سرپرستی فرمائی، جھانسی کے الیکشن میں سب سے پہلے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا کہ مسلم لیگ اور کانگریس میں اختلاف کی صورت میں کانگریس کا ساتھ نہ دیا جائے، چنانچہ اس الیکشن میں مسلم لیگ کو کامیابی حاصل ہوئی اس الیکشن کے بعد سردار عبدالرب نشتر حضرت تھانوی کے قصبہ تھانہ بھون آئے اور وہاں جلسہ کیا تو حضرت تھانوی نے اپنے بھانجے اور اس زمانہ کے بہت بڑے استاد اور مدرس حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ کو اس جلسے میں شریک ہونے پر مامور فرمایا اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب نے مسلم لیگ کی خوب تائید کی۔

قرار داد مقاصد اور تخیل پاکستان

قرار داد مقاصد تو اس کے بعد ۴۰ء میں پاس کی گئی لیکن حضرت تھانوی نے بہت پہلے پاکستان کا تخیل پیش کیا تھا کہ ہندوستان کے اندر ایک حکومت ایسی ہونی چاہیے جہاں شرعی نظام

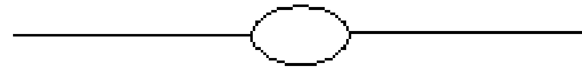


عدل قائم ہو،سزائیں اسلامی ہوں، بیت المال اسلامی ہو،عدلیہ اسلامی ہو،انتظامیہ اسلامی ہو یہ تخیل حضرت تھانوی نے ۲۸ء میں پیش کیا،مولانا عبدالماجد دریابادی ملک کے بہت بڑے ایڈیٹر تھے وہ خلافت کے زمانہ میں محمد علی جوہر کے اخبار کے ایڈیٹر رہے ہیں، کہتے ہیں کہ میں ۱۹۲۸ء میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے پاس گیا تھا، اس وقت انہوں نے اپنا تخیل پاکستان کے بارے میں ظاہر کیا تھا کہ یوں ہونا چاہیے اس وقت یہ تخیل کسی اور نے پیش نہیں کیا تھا آپ کے بعد چودھری رحمت علی نے جولندن میں رہتے تھے پاکستان کے بارے میں اپنا تخیل ظاہر کیا، اور ۳۰ء کے اندر علامہ اقبال نے الہ آباد میں مسلم لیگ کے ایک جلسے کے اندر یہ تخیل پیش کیا جس کی وجہ سے وہ بانی پاکستان یا مصور پاکستان کہلاتے ہیں۔

حالانکہ یہ تصور تو انہوں نے ۳۰ء میں پیش کی اور حضرت تھانوی نے تو یہ تصویر دو سال پہلے پیش کر دی تھی، لیکن ان درویشوں کا کام اندر اندر رہتا ہے، باہر اخباروں میں نہیں ہوتا، اس کے پیچھے کوئی پروپیگنڈہ نہیں ہوتا، اس کو کوئی جماعت لے کر نہیں اٹھتی، کیونکہ ان کو تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے انہوں نے اس پر کیا لینا ہے؟ انہوں نے دنیا سے کوئی انعام تھوڑا ہی لینا ہے؟

مذہب اور سیاست

مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہما اللہ حضرت تھانوی کا پیغام لے کر محمد علی جناح کے پاس گئے اور مولانا ظفر احمد عثمانی نے حضرت تھانوی کا پیغام محمد علی جناح کو سنایا تھا اور خود محمد علی جناح کو نصیحت کی تھی اور صفائی کے ساتھ کہا تھا کہ اگر آپ مذہب کے لیے یہ جماعت بنا رہے ہیں تو ہم سب آپ کے ساتھ ہیں اور جب تک آپ مذہب کو سیاسیات میں شامل نہیں کریں گے تو وہی حشر ہوگا جو مصطفی کمال کے زمانے میں ترکی کا ہوا، اس نے دین کو سیاست سے جدا کیا اس لیے ہی ترکی کا زوال ہوگیا، ورنہ ترکی ایک بارعب سلطنت تھی، ان کے دور کا ایک لطیفہ یاد آیا کہ سلطان ترکی کے سامنے ایک صاحب نے مزاح کے طور پر کہا کہ صاحب آپ یورپ کے اندر غیروں میں اس طرح گھرے ہوئے ہیں جیسے زبان بتیس دانتوں کے درمیان گھری ہوئی ہوتی ہے، گویا کہ وہ ان کو ڈرانا چاہ رہا تھا لیکن ان کی قوت قلبی تھی اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے



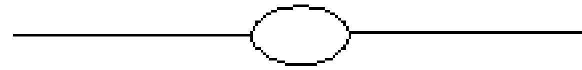
کی برکت سے ان کے دل میں دلیری تھی ،انہوں نے جواب دیا کہ آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ زبان باقی رہتی اور بڑھاپے میں آخر کار ایک ایک کر کے سارے دانت ٹوٹ جاتے ہیں ،تم نے یہ تو دیکھ لیا کہ زبان کو دانت گھیرے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ نہیں دیکھا کہ باقی کون رہتا ہے ۔یہ ان کی قوت تھی اور اسلامی اصولوں پر ان کا عمل تھا، جب اتاترک آیا تو اس نے کہا کہ ہمارا آئین سیکولر ہے جس وقت اس نے کہا کہ ہمارا آئین سیکولر ہے اسی وقت سے سلطنت ترکی زوال پذیر ہوتی چلی گئی ، اور آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس کا کیا حال ہے؟ مرد بیمار کی طرح ہے۔

علماء حق اور فریضہ تبلیغ

پٹنہ کے اندر ہزاروں کے نہیں لاکھوں کے مجمع میں مولانا ظفر احمد صاحب رحمہ اللہ نے قائداعظم سے کہا کہ تم نماز پڑھا کرو، کس کو کہا ؟ قائداعظم کو کہا اب تو لوگ اپنے ماتحتوں کو بھی نہیں کہہ سکتے کہ تم نماز پڑھا کرو وہ تو قوم کا بہت بڑا لیڈر تھا اور ساری قوم کا وہ نجات دہندہ ثابت ہو رہا تھا ایک مولوی صاحب نے اس کو اسی وقت کہہ دیا کہ نماز پڑھا کرو۔ جناب وہ عام مولوی تھوڑے ہی تھے ،وہ تو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا بھانجا اور محدث وقت تھا، شیخ الاسلام تھا ان کی بات کا قائداعظم پر اتنا اثر ہوا کہ سارا جلسہ بند کر کے پنڈال میں لاکھوں آدمیوں کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی ،اب تو دو چار نمازی بنالیں تو ہمارا بس چلے تو ہم عرش پر جا پہنچیں ،انہوں نے بنیادکو قابو کیا جب کوئی بڑا آدمی نمازی بن جائے تو سب ہی نمازی بن جاتے ہیں ، یہ کس کی برکت تھی ؟ یہ حضرت تھانوی کی ہی برکت تھی ۔

۴۶ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کیلئے علامہ عثمانی کی جدوجہد

تعمیر پاکستان میں حضرت تھانوی کا بڑا حصہ تھا، چنانچہ لیاقت علی خان جو بعد میں پاکستان کے پہلے وزیراعظم بنے جب ۴۶ء کے الیکشن میں یو پی ،مظفر نگر اور میرٹھ کے ضلعوں میں کھڑے ہوئے ،ان کے مقابلے میں سید احمد کاظمی بہت بڑے ایڈووکیٹ تھے جو بڑے مشہور اور بڑے قومی کارکن تھے ،اگر اس وقت لیاقت علی خان اس سیٹ پر فیل ہو جاتے تو سارا نظام درہم برہم ہو جاتا کیونکہ وہ مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری بھی تھے ،اور میں بہت ہی محتاط انداز میں کہہ رہا ہوں



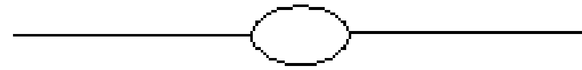
کہ وہ مسلم لیگ کو چلا رہے تھے اس وقت مولانا ظفر احمد عثمانی نے ملک میں چار مہینے کا دورہ کیا اور خاص طور پر ان علاقوں میں دورہ کیا جہاں لیاقت علی کھڑے ہوئے، چنانچہ لیاقت علی کئی ہزار ووٹوں سے کامیاب ہوگئے اس کی تفصیل میں نے مولانا ظفر احمد صاحب کے حالات کے بارے میں جو کتاب ''تذکرۃ الظفر'' لکھی ہے اس میں لکھ دی ہے، وہ پڑھے لکھے لوگوں کے لیے ان شاءاللہ بہت کارآمد اور مفید ہے چنانچہ لیاقت علی نے الیکشن جیتنے پر مولانا کو مبارکباد کا تار دیا اور اگلے الیکشن کے لیے ان کی دعاؤں کے طالب ہوئے اور اس مضمون کا خط بھی لکھا، میں نے وہ خط اور تار دونوں ''تذکرۃ الظفر'' میں شائع کر دیے ہیں اور وہ چھپ گئے ہیں۔

علماء کی خدمات کا اعتراف اور پاکستان کی پہلی پرچم کشائی

یہ سب حضرات اس بات کو سمجھتے تھے کہ اگر ہمارے ساتھ علماء کی طاقت نہ ہو تو ہم کامیاب نہیں ہو سکتے چنانچہ جب قائداعظم بمبئی گئے تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ علماء بھی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے ساتھ مولانا اشرف علی تھانوی ہیں۔ ان علماء کی شمولیت نے مسلم لیگ کے مردہ جسم کے اندر روح ڈال دی، علماء دیوبند کی مسلم لیگ کے لیے خدمات لیاقت علی اور قائداعظم دونوں کو ممنون احسان بنا چکی ہیں ان کی تحریریں موجود ہیں اور آج بھی اسلام آباد میں حضرت تھانوی کا نصیحت کا وہ خط موجود ہے جو انہوں نے قائداعظم کو لکھا تھا اس کی فوٹو کاپی ہمارے پاس بھی ہے، انہی تمام خدمات کی وجہ سے ہی جب ۴۷ء کے اندر پاکستان کی پہلی مرتبہ پرچم کشائی ہوئی تو مشرقی پاکستان میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے سب سے پہلے جھنڈا لہرایا اور مغربی حصہ میں قائداعظم کی موجودگی میں علامہ شبیر احمد دیوبندی نے پاکستان کا پرچم لہرایا، یہ عزت ان کو کیوں دی گئی اس لیے کہ ان کی اس سلسلہ میں بہت خدمات تھیں جن کا ایک عملی مظاہرہ پاکستان کی تعمیر کے وقت کرایا گیا، وہ لوگ علماء حق علماء دیوبند کے ممنون تھے، آج لوگوں کا کچھ ذہن ان علماء کی کردار کشی کی طرف جا رہا ہے مگر یہ تاریخی حقائق ہیں ان کو مٹایا نہیں جا سکتا۔

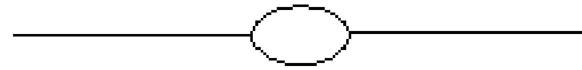
حصول پاکستان کا مقصد ہنوز تشنۂ تکمیل

دوسری بات یہ عرض کرنی تھی کہ پاکستان کو بنے ہوئے پینتیس سال ہوگئے ہیں تقریباً



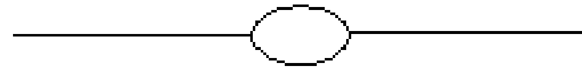
انتاہی زمانہ خلافت راشدہ کی ترقی اور عروج کا زمانہ ہے حضرت ابوبکر صدیق ،حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہم ان چاروں کی خلافت کا زمانہ تیس سال ہے اب آپ دیکھ لیں کہ انہوں نے تیس سال میں کیا ترقی کی آج ہم اس زمانہ سے بھی پانچ سال آگے بڑھ گئے ہیں ہم نے اس پینتیس سال کے عرصہ میں کیا کیا؟ ہر روز، روز اول ہے اور ہم ہر روز تجدید عہد کرتے ہیں ،ایک عہد مکمل کرلیا پھر ہٹ کر دوبارہ عہد کرلیا، بھئی کیا عہد ہی کرتے چلے جاؤ گے کبھی کام بھی ہوگا؟ ہر روز عہد کرو مگر کام ایک نہ کرو، کام تو کرنے سے ہوگا، کتنی حکومتیں آئیں، حالات میں کتنی تبدیلیاں آئیں، کتنے انقلاب آئے، کتنی دفعہ مارشل لاء لگے، کتنی دفعہ سول حکومتیں قائم ہوئیں، وزارتیں ہوئیں سب کچھ ہوا اور پینتیس سال کے زمانہ میں حکومتوں کا شمار شاید نصفا نصف ہی ہو جائے سب آپ کے سامنے ہے لیکن نتیجہ کیا ہے؟ جس مقصد کے لیے پاکستان کو حاصل کیا گیا وہ کہاں تک حاصل ہوا؟ تعمیر پاکستان کے حوالہ سے علماء نے بھی خوب کوششیں کیں مشائخ نے بھی خوب کوششیں کیں ہر طبقہ نے اپنی استطاعت کے مطابق حصہ لیا اب اگر ہم یوں کہہ دیں تو ان شاء اللہ ٹھیک ہوگا کہ تاجروں کا پاکستان بن گیا، اور تاجروں نے پاکستان میں اپنی تجارت کا خوب فائدہ حاصل کیا انگریزوں کے دور حکومت میں مسلمانوں کا تاجر طبقہ ہندوؤں سے نہ صرف یہ کہ مرعوب تھا بلکہ ان کا دست نگر تھا پاکستان بننے سے پہلے منڈیوں پر ہندو قابض تھے اور نہ صرف منڈیوں پر بلکہ حکومت کے تمام شعبوں پر، عدالتوں میں بھی اور ملازمتوں میں بھی وہاں مسلمانوں کی ہندوؤں کے ساتھ رسہ کشی رہتی تھی اب یہ ہوا کہ تاجروں نے آزادی حاصل کر کے تجارت میں آزادی حاصل کرلی اور ملازموں نے ملازمت میں غیر مسلموں کی رسہ کشی سے نجات حاصل کرلی۔

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا پاکستان کا اصل مقصد حاصل ہوا؟ ہمارے لیے تجارت کھلی ہے ملازمتوں میں ہم غیر مسلموں کی رقابت سے آزاد ہوگئے ہیں، لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو اسلامی حکومت کا فرض تھا وہ کس درجہ میں ادا ہوا؟ قحبہ خانے، کلب خانے، کیا عرض کروں کیا کیا خانے ہیں، جو آج ہمارے ملک میں جاری ہیں کیسی کیسی



بے حیائیوں، فحاشیوں اور منکرات کی یہاں ٹریننگ ہو رہی ہے، سود اور رشوت کی لعنتیں پینتیس سال سے یہاں موجود ہیں، قوم کس بات پر خوشی منا رہی ہے؟ کیا اس بات کی خوشی ہو رہی ہے کہ پینتیس سال سے یہاں ہم لائسنس دے کر رنڈیوں کو بے حیائی پر آمادہ کیے ہوئے ہیں پینتیس سال سے ہمارا سودی کاروبار چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے سود لینے والے پر، دینے والے پر، شاہد پر، لکھنے والے پر، سب پر اللہ تعالیٰ کی لعنتیں ہیں اور ہمارے ملک میں یہ سب کچھ چل رہا ہے، ہماری قوم کو ندامت سے سر جھکانا چاہیے نہ کہ فخر سے سر کو اونچا کرنا چاہیے، پاکستان کا مسلمان کس بات پر فخر کر رہا ہے؟ اس کے اوپر تو لعنتوں کا اتنا بوجھ ہے کہ اس کے لیے سر اٹھانے کی جگہ نہیں، رشوت کا بازار گرم ہے، بے حیائی چپے چپے میں پھیلی ہوئی ہے، ننگی بے حیائی ناچ رہی ہے، شرم کرنے والا سر پر کپڑا رکھ کر بھی آنکھیں چھپانا چاہے تو نہیں کر سکتا، بے حیائی کپڑا اتار کر آنکھوں میں داخل ہوتی ہے، کانوں میں بے حیائی داخل ہو رہی ہے، بازار سے گزرنا تو کجا گھر میں بیٹھنا مشکل ہے، سینمے بے حیائی کے اڈے بنے ہوئے ہیں، کلب خانے بنے ہوئے ہیں، ننگے ناچ ہو رہے ہیں تمام برائیاں ہمارے ملک میں جاری ہیں اور ہم فخر کر رہے ہیں، پاکستان کا دن منا رہے ہیں، جن لوگوں نے پاکستان کے لیے قربانیاں دی ہیں جن کے گھر اجڑے ہیں جو اس کے لیے برباد ہوئے ہیں ان کو اس ملک کی قدر ہونی چاہیے، ان کو احساس ہونا چاہیے پچھلی بات کو یاد کر کے آدمی کو سمجھنا چاہیے اور عبرت حاصل کرنی چاہیے، لیکن میں عرض کر رہا ہوں کیا اس کا یہی پھل ہے کہ ہم اچھے تاجر بن گئے، ہم بے خطرہ ملازمت کرنے لگے، غیر مسلموں کے مقابلہ سے ہم بچ گئے اور عافیت میں آ گئے کیا یہی بدلہ تھا ان قربانیوں اور تکلیفوں کا؟

آج صدر صاحب نے بھی درد بھری آواز میں بتلایا کہ اتنے لوگ وہاں سے اجڑے اور ہندوستان کے مشرقی پنجاب اور دلی سے آئے، ہم اتنی بے پروائی کے ساتھ ان کی مصیبتوں کا ذکر کرتے ہیں کہ یوں بے عزتیاں ہو گئیں، لیکن ارے تم نے ان سب کے لیے کیا کیا؟ ان کے درد کا کیا مداوا کیا ارے راجہ داہر کے سامنے ایک عورت کا قصہ آیا تو محمد بن قاسم نے یلغار کر دی، سارے ملک کو فتح کیا، تم نے کیا کیا؟ تم نے پاکستان کا مشرقی حصہ بھی ہندوؤں کے



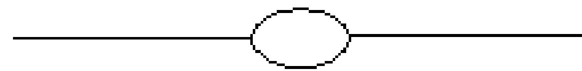
حوالہ کردیا تم نے قائداعظم کا پاکستان بھی توڑ دیا اور دولخت کردیا اور قائداعظم کا جانشین بننے کے بعد یہ کارنامہ سرانجام دیا، کہاں ہے وہ پاکستان جو قائداعظم نے بنا کردیا تھا؟ کچھ تو سمجھو کچھ سبق بھی تو لو! میٹھی میٹھی سنتے ہو کچھ کڑوی بھی سنو یہ کڑوی سنانے والے پھر تمہیں نہیں ملیں گے میٹھی میٹھی سنانے والے بہت مولوی مل جائیں گے ہم تو اچھی بات کو اچھا کہیں گے، کیونکہ ہماری پاکستان سے کوئی دشمنی تو نہیں، اس کے لیے ہمارے بزرگوں نے خدمات پیش کی ہیں، اس کے لیے انہوں نے جدوجہد کی ہے ہمیں دکھ ہے کہ تم نے پاکستان کو پاکستان نہیں رہنے دیا۔

مخالفین پاکستان ایوان اقتدار میں

جن لوگوں نے ۴۷ء سے پہلے پاکستان کی مخالفت کی تھی تم نے پاکستان کی باگ ڈور ان کے ہاتھوں میں دے دی، سرحد میں ریفرنڈم ہوا تھا اور مولانا شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع، مولانا ظفر احمد صاحب سب نے سرحد کے دورے کیے اور مسلم لیگ کو جتوایا، اس وقت سرحد میں ڈاکٹر خان کی وزارت تھی، لیکن میں دردِدل سے کہہ رہا ہوں کہ انہی مخالفوں کو تم نے پاکستان کی باگ ڈور سپرد کردی، اسی ڈاکٹر خان کو جس کے مقابلے میں ۴۷ء مسلم لیگ نے کانگریس کی مخالفت کی تھی اور مسلم لیگ کو فتح حاصل ہوئی تھی آپ نے پورے مغربی پاکستان کا وزیر اعلیٰ بنایا، کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ پاکستان کی پینتیس سالہ تاریخ پڑھو! اس کے بیٹے ولی خان کو تم نے بھٹو کے زمانہ میں اسمبلی میں حزب اختلاف کا قائد بنایا، کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ جب تم نے اپنے مخالفوں کو اپنا حاکم اور صدر بنایا اور ان پر اعتماد کیا تو تمہارا یہی حشر ہونا چاہیے تھا جو ہو رہا ہے ہم تمہیں طعنہ نہیں دے سکتے، کیونکہ ہم بھی اسی کشتی میں سوار ہیں اور ہم بھی ساتھ ہی ڈوب رہے ہیں، کرتے آپ ہیں اور بھگتتے ہم سب ہیں، یہ ہمارے دل کی آواز ہے جو ہم نے کہہ دی۔

پاکستان اور اسلامی نظام حکومت

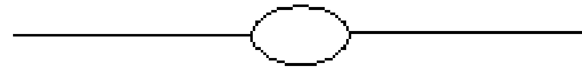
باقی ٹھیک ہے کچھ اچھی باتیں بھی ہوتی ہیں، ان اچھائیوں کی ہم تائید کرتے ہیں، پہلے بھی کی اور اب بھی کرتے ہیں تحریر لکھ کر بھی کی اور زبان سے بھی کہا، ہم منافقت نہیں کرتے اور یہ بھی نہیں چاہتے کہ اِدھر سے اُدھر ہو جائیں اور اُدھر سے اِدھر، یہ بڑے اعزاز کی بات ہے کہ



اقوام متحدہ کے اندر ہمارے صدر پاکستان نے تقریر کی اور قرآن مجید سے اس کی ابتداء ہوئی ، پاکستان کے اندر آرڈیننس جاری ہوا کہ چور کا ہاتھ کا ٹا جائے ،زانی کو پتھر مارے جائیں،اسے رجم کیا جائے ، یہ بڑا اعزاز ہے،ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا،ہم نہ صرف اس کی تائید کرتے ہیں بلکہ اس کی تعریف کرتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہمارا عدلیہ کا نظام سارا کا سارا مفلوج ہو جائے اور یہ اسی طرح انگریزوں کے قوانین کے مطابق چلتا رہے،بینکوں کے اندر سودی نظام اسی طرح جاری رہے،ایک شرکت اور مضاربت کی صورت جاری کردی اور وہ مختصر سی صورت جاری کر کے سمجھ لیا گیا کہ سود ختم ہو جائے گا،اور سود کی لعنت اب بھی بینکوں میں جاری ہے،یہ کیا ہے کہ بینک میں دونوں کھاتے کھول دیے ایک جائز اور ایک نا جائز؟ تمہیں اللہ تعالی نے اختیار دیا، توفیق دی ،ہمت دی ،عزم وارادہ دیا،تم عزم کے ساتھ تیاری تو کرو پاکستان کے اندر اسلامی نظام کے خلاف دوسرا نظام کالعدم ہو جائے گا،جو کام کر سکتے ہو کیوں نہیں کرتے ؟ اللہ تبارک وتعالی تمہیں توفیق دے، دن منانے اور خوشی کا اظہار کرنے کے ساتھ ماضی کا جائزہ بھی آپ کے ذمہ ہے،اس جائزہ کے بغیر اصلاح نہیں ہوتی ،آپ لوگوں کو علماء میں ہم سے زیادہ پاکستان کی حمایت کرنے والا نہیں ملے گا،حضرت تھانوی ابتداء سے ہی مسلم لیگ کے حامی تھے،ہم بھی انہی کے پڑھے ہوئے انہی کے شاگردوں کے شاگرد ہیں،اور انہی سے ہمارا سلسلہ فیض ہے لیکن ہمیں اس بات کا درد ہے کہ پینتیس سال میں ہماری حکومتوں نے اسلامی نظام کی طرف قدم نہیں اٹھایا اور کچھ اگر اٹھایا بھی ہے تو وہ بھی ادھورا اٹھایا ہے۔

دن منانے کی شرعی حیثیت

۸ھ میں آٹھ سال کے بعد مکہ معظمہ فتح ہوا مسلمانوں کے لیے بڑی خوشی کا دن تھا،بدر میں لڑائی ہوئی جو اسلام اور کفر کی پہلی لڑائی تھی ،مسلمان تین سو تیرہ اور کافر ایک ہزار سے زیادہ یہ بے سروسامان تھے اور وہ سامان والے،یہ بے ہتھیار اور وہ ہتھیار والے، یہ تقریباً ننگے،بھوکے اور وہ رجے ہوئے،لیکن اس کے باوجود اللہ نے حق کو ظاہر کیا اور باطل کو مٹایا اور جاء الحق و زھق الباطل کا ظہور ہوا،ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے لیکن اس کے باوجود بدر کی فتح کا دن

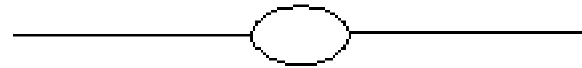


منایا گیا نہ ہی مکہ معظمہ کی فتح کا۔

اب بات آ ہی گئی ہے تو سمجھ لو! کہ فتح بدر کا دن نہیں منایا گیا اسی طرح آٹھ سال بعد وہ مکہ فتح ہوا جس سے نکال دیے گئے تھے، سب مسلمان اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ہجرت کر کے چلے گئے تھے، سوائے مستضعفین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے، لیکن اس کے باوجود بھی جب آٹھ سال کے بعد مکہ فتح ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد دو سال حیات رہے آپ نے اس کا دن نہیں منایا، کیونکہ یہ کوئی اسلامی اور شرعی چیز نہیں، صاف بات ہے ہم پکے دیوبندی ہیں اور ہم دن منانے کے قائل نہیں ہیں، محض ایک دنیا کی رسم ہے دنیا سمجھ کر کرو، دین سمجھ کر نہ کرو، خوشی کرتے ہو کرو مگر یہ کوئی حکم شرعی نہیں، کوئی دینی بات نہیں دنیا کی بات ہے، جس طرح آپ دنیا کی اور باتیں کرتے ہو یہ بھی کر لو لیکن دنیا ہی سمجھ کر کرو دین سمجھ کر کرو گے تو بدعت ہو جائے گی، یہ ہے اعتدال، اور یہ ہے پکی مسلمانی اور سچی دیوبندیت اور یہ اس زمانے میں بہت مشکل ہے، صراط مستقیم اور اہل سنت کا راستہ افراط و تفریط کے درمیان ہے۔

خلاصۂ وعظ

دوستو عزیزو! میں نے شروع میں قرآن کریم کی آیت پڑھی اور کچھ ترجمہ اور مطلب بیان کیا، بہت سے دوست بعد میں آئے، خلاصہ اس کا یہی تھا کہ پاکستان ہو یا کوئی حکومت ہو مسلمان حاکموں کا طرز عمل یہ ہونا چاہیے کہ وہ شریعت کے خود بھی پابند ہوں "اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ" نماز و زکوٰۃ کے پابند ہوں اور دوسرا یہ کہ اچھائیوں کو پھیلائیں اور برائیوں کو بند کریں، اور یہ کام حکماً کریں اور آرڈر جاری کریں صرف زبانی وصیت نہیں بلکہ ڈنڈے کی طاقت اور ڈنڈے کے زور سے کریں، فحاشی اور بے حیائی کے سب اڈے بند کریں، مولانا ظفر احمد تھانوی نے ڈھاکہ کے اندر وزیر اعلیٰ خواجہ ناظم الدین کی موجودگی میں پاکستان بننے کے پہلے دن ستائیس رمضان جمعہ کے روز تقریر کی تھی اور وہ پاکستان کا پہلا دن تھا وہ تقریر چھپی ہوئی ہے اس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ ملک کے اندر جو قحبہ خانے اور بے حیائی کے اڈے ہیں سب کو فوراً بند کر دیا جائے اور ہر عالم اور ہر دیندار مسلمان کے دل کی یہی آواز ہے کہ ملک کے اندر یہ



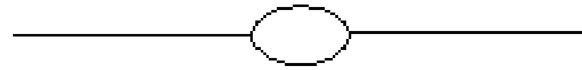
بے حیائی نہیں ہونی چاہیے، لیکن آج اس بے حیائی کو بھی فروغ دے رہے ہیں اور یہ پھر یوں چاہتے ہیں کہ اسلامی نظام قائم ہوجائے، کیسے ہوجائے گا بھئی؟ سمجھ لو کہ لوگ بیمار ہیں حکومت ڈاکٹر ہے وہ نسخہ لکھے، دوا دے اور پرہیز بتلائے تو بیماری دور ہوگی، لیکن ہمارے ڈاکٹر صاحبان خودہی بیمار ہیں جب خودہی بیمار ہیں تو دوسرں کا کیا علاج کریں گے۔

جب آپ کو اختیار ہے تو نیکیوں کا حکم جاری کرو اور برائیوں کو مٹادو اور اگر اختیار نہیں تو صاف سیدھی بات کہو کہ صاحب مجھے اختیار نہیں ہے، اور "کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ" راعی سے رعیت کے بارہ میں سوال کیا جائے گا۔

اہمیت پاکستان

دوستو عزیزو! اب میں آپ سب حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ ایسا پاکستان جس میں اتنی ساری خرابیاں اور اتنی برائیاں ہمارے سامنے ہیں یہ لنگڑا ہے، پاکستان جب بنا تھا اس وقت ہی کشمیر ٹوٹ گیا تھا، پہلے ہی اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی اب یہ ملک دو حصے ہوگیا ہے، تو سر ادھر، دھڑ اُدھر، اور ٹانگ ادھر، لیکن اس سب کے باوجود امن اور عافیت اور اسلام کے لیے یہی پناہ گاہ ہے کابل میں لاکھوں مسلمانوں کو تکلیف پہنچی تو کابل والوں نے اسی پاکستان میں پناہ لی، تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اگر پاکستان کے اندر اتنی برائیاں ہیں تو اس کی ضرورت کیا ہے؟ یہ درست بات نہیں اور میں اس کا قائل نہیں ہوں، میں کہتا ہوں کہ اس کو ٹھیک کرو یہ خیال نہیں ہونا چاہیے کہ جو ہے وہ نہ رہے بلکہ یہ کوشش ہونی چاہیے کہ جو ہے اسے غنیمت سمجھو، پاکستان کو شرق میں بھی خطرہ ہے، مغرب میں بھی خطرہ ہے، پاکستان کا استحکام اور اس کی سرحدیں خطرے میں ہیں اس حالت میں ہمارا فرض بنتا ہے کہ اس کی سرحدوں کی حفاظت کریں اور ان کی حفاظت کے اندر فوج، پولیس، عوام سب کو دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔



فقیہ العصر مفتی سید عبد الشکور ترمذی قدس سرہ

امداد السائل فی الاحکام والمسائل

کرامت کا حکم

الاستفتاء: حضرت مولانا صاحب علماء کرام آپس میں جب علمی بحث کرتے ہیں تو ان کا ایک موضوع ہوتا ہے جو صرف علماء کرام ہی صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں ''کن فیکون'' ہم لوگ اس قسم کی مغلق بحثیں ہرگز نہیں سمجھ سکتے لہٰذا کفر وشرک میں چونکہ زیادہ تر جاہل لوگ پھنستے ہیں اس لیے آپ جناب سے گزارش ہے کہ آپ اس مسئلے کو درجہ ذیل مثال کی روشنی میں اس طرح واضح فرمائیں کہ خواص کے ساتھ عوام الناس کو بھی فائدہ حاصل ہو سکے مثال یہ ہے کہ ایک مولوی صاحب وعظ شریف کر رہے تھے بزرگوں کی کرامات بیان کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ ایک بزرگ تھے ان کے پاس ایک لاٹھی تھی وہ لاٹھی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے تم انسانی شکل اختیار کرو لاٹھی یہ حکم سنتے ہی فوراً انسان بن جاتی وہ اس سے باقاعدہ خدمت لیتے جب ضرورت پوری ہو جاتی تو وہ انسان پھر لاٹھی بن جاتا۔

جناب حضرت مفتی صاحب دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس واقعہ میں اس بزرگ کی یہ کرامت شرعی لحاظ سے کیا حیثیت رکھتی ہے؟ بینوا توجروا۔

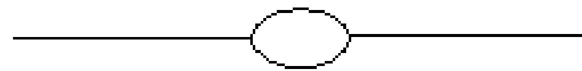
الجواب: پہلے بیان کرنے والے سے اس کا شرعی ثبوت طلب کیا جائے کہ یہ کرامت ثابت بھی ہے یا نہیں اگر شرعی قاعدہ سے ثابت ہو تو پھر انکار کی کیا وجہ ہے؟ فقط۔ واللہ اعلم۔

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ

علماء دیوبند پر لگائے گئے فتاویٰ کی وضاحت

الاستفتاء: بریلوی علماء دین جو فتوٰی لگاتے ہیں دیوبندی علماء دین پر وغیرہ وغیرہ جو مسلکہ کاپی میں درج ہے اس کی وضاحت فرمائیں؟

الجواب: سبحان السبوح ۱۳۰۷ھ اور تمہید ایمان ۱۳۲۰ھ کے قریب لکھی گئی ہیں اور



حسام الحرمین کا فتویٰ اکابر دیوبند کے خلاف تکفیر کا سبحان السبوح اور تمہید ایمان کے بعد کا ہے اس لیے اس فتویٰ سے رجوع ان دونوں کتابوں کی وجہ سے کیسے ہوسکتا ہے رجوع والی تحریر فتویٰ کے بعد والی ہونی چاہیے حسام الحرمین کا فتویٰ لاعلمی کی بناء پر کیسے ہوسکتا ہے جیسا کہ اس جواب میں لکھا گیا ہے کیونکہ حسام الحرمین میں ان اکابر کی کتابوں کے حوالے عبارتوں کے ساتھ لکھ کر تکفیر کی گئی ہے پھر لاعلمی کیسی؟ البتہ بدفہمی اس کی وجہ ہوسکتی ہے یا پھر ضد و عناد۔

المہند ۱۳۲۵ھ میں لکھی گئی ہے اور مصنف حسام الحرمین ۱۳۴۰ھ میں فوت ہوئے پندرہ سال کے عرصہ میں کسی تحریر سے ان کا رجوع ثابت کیا جائے۔

سبحان السبوح اور تمہید ایمان کا فتویٰ آخری فتویٰ کیسے ہوسکتا ہے یہ تو حسام الحرمین سے پہلے کی لکھی ہوئی ہیں؟ اس پر غور کیا جائے۔ فقط، واللہ اعلم ۲۵ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ

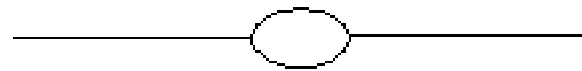
اہل تشیع کے کفریہ عقائد

الاستفتاء: محترم مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب جامعہ حقانیہ ساہی وال سرگودھا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا جواب موصول ہوا جس میں انتہائی عمدگی سے یہ بتایا گیا کہ کسے مسلمان کہا اور سمجھا جائے گا اور کس طرح اسلام کے ایک حکم کے انکار پر کوئی کافر ہو جائے گا، بہت شکریہ۔

تاہم شیعہ کے بارے میں پھر بھی فتویٰ درکار ہے آپ نے کہا ہے شیعہ کے بارہ میں (ص ۵ پر) کہ شیعہ کے البتہ بعض عقائد کفریہ ہیں جیسے تحریف قرآن کا قائل ہونا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت قذف لگانا، ایسے شیعوں کی تکفیر محققین علماء کرام کرتے ہیں کیونکہ قرآن کریم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کی ہے تو ان پر تہمت لگانا قرآن کریم کی نص قطعی کا انکار ہے جو کہ کفر ہے۔ جیسا کہ آپ نے اوپر تفصیل سے لکھا ہے کہ اسلام کے کسی ایک حکم کی تکفیر سے بھی شخص کافر ہو جاتا ہے جبکہ شیعہ بہرحال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات اقدس پر تہمت قذف عائد کرتے ہی ہیں جس سے وہ قرآن کریم کے ایک حکم (براءت حضرت عائشہ کے جو حق میں ہے) سے منحرف ہو جاتے ہیں تو کیا اس طرح شیعہ بھی بالکل قادیانی وغیرہ کی



طرح خارج از اسلام نہیں ہو جاتے عموماً بعض شیعہ زبان سے تو اس کا اقرار نہیں کرتے مگر یہ حقیقت کیا یوں ثابت نہیں ہوتی کہ شیعہ بھی اپنی بہن بیٹی کا نام عائشہ نہیں رکھتے بہر حال مجھے بالکل واضح طور پر فتویٰ درکار ہے کہ کیا شیعہ مسلمان ہوتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

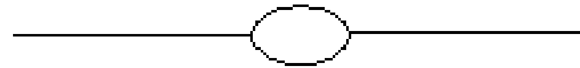
الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پہلے تفصیل سے لکھا گیا ہے کہ شیعہ کے مختلف عقائد کا مختلف حکم ہے سب کا ایک ہی حکم نہیں بلکہ جو تحریف قرآن کریم اور قذف عائشہ رضی اللہ عنہا کا قائل ہوگا وہ کافر ہے۔ آپ لکھتے ہیں جبکہ شیعہ بہر حال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات اقدس پر تہمت قذف عائد کرتے ہیں الخ اس کا جواب یہی ہوگا کہ اگر ہر شخص شیعہ کا قذف عائشہ کا قائل ہے تو ہر شخص کافر ہے مگر یہ بات محل غور رہے کہ کیا ہر شخص اس کا قائل ہے، چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں کہ عموماً بعض شیعہ زبان سے تو اس کا انکار نہیں کرتے تو پھر ان پر حکم کفر کا کیسے لگا دیا جائے گا یعنی قذف کی وجہ سے ان کو کافر کیسے کہہ دیا جائے گا اور ان کے اقرار قذف کے بغیر ان کو قذف کا قائل کیسے قرار دیا جائے گا؟۔

اور اپنی بہن بیٹی کا نام عائشہ نہ رکھنا اس حقیقت کے ثبوت کے لیے کافی نہیں ہے اس کی دوسری وجہ بھی ہو سکتی ہے اس سے زیادہ واضح طور پر فتویٰ نہیں دیا جا سکتا فتویٰ سائل کے سوال پر مبنی ہوتا ہے مفتی خود سوال نہیں بنا سکتا نہ خود کسی کے عقائد کا فیصلہ کرنے کا مجاز ہے۔

مرزائیوں کے بارے میں خوب تحقیق کی گئی سرکاری وغیر سرکاری سطح پر جب واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ ان کے عقائد شخص واحد مرزا غلام احمد قادیانی سے متعلق کفریہ ہیں ان کو بحیثیت جماعت صفائی کا بھی موقع دیا گیا جانبین سے جواب اور جواب الجواب بھی ہوئے اور پہلے بھی علماء کرام نے تحریراً اور تقریراً اور مناظروں سے ان کے عقائد کی خوب تحقیق کر لی تھی اس لیے ان پر بحیثیت جماعت کفر کا فتویٰ لگایا گیا تھا، پھر بعد میں حکومتی سطح پر بھی لگا دیا گیا۔ شیعہ کا معاملہ ان سے مختلف ہے ان کے عقائد مختلف ہیں اس لئے سب پر ایک حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ فقط۔ واللہ اعلم

۴ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ



حضرت مولانا مفتی محمد اعظم ہاشمی

اقامت میں تحویل وجہ کا حکم

اذان میں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح پر دائیں بائیں چہرہ پھیرنے کا ذکر حدیث شریف میں ہے (آثار السنن ص ۶۸ باب فی تحویل الوجہ یمیناً وشمالاً) مگر اقامت یعنی تکبیر پڑھتے وقت حی علی الصلوٰۃ وغیرہ پر دائیں بائیں چہرہ پھیرنا مسنون ہے یا نہ؟ جبکہ احسن الفتاویٰ ج ۲ص ۲۹۳ پر مسنون لکھا ہے فتاویٰ شامی کے حوالہ سے اسی طرح فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ص ۸۹ پر بھی اولیٰ لکھا ہے حقیقت واضح کریں۔

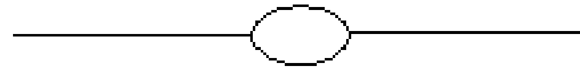
الجواب بعون الوھاب

صرف اذان میں مشروع ومسنون ہے جو صراحۃً حدیث شریف میں منقول ہے (سنن ابوداود ج ا ص ۸۴) بعض علماء کرام نے اقامت میں بھی تحویل وجہ عند الحیعلتین مسنون کہا ہے مگر حضرت علامہ شامی رحمہ اللہ نے فتاویٰ شامی میں تحریر کردہ اپنے اس قول کی خود ہی دوسرے مقام پر وضاحت فرمادی ہے (ملاحظہ ہو منحۃ الخالق علی البحر) کہ سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ اذان میں ہے اقامت یعنی تکبیر میں نہیں ہے۔

وفی البحر: اطلق فی الالتفات ولم یقیدہ بالاذان وقدمنا عن الغنیۃ انہ یحول فی الاقامۃ ایضاً وفی السراج الوھاج :لایحول فیھا لانھا لاعلام الحاضرین بخلاف الاذان فانہ اعلام للغائبین وقیل یحول اذا کان الموضع متسعاً۔

وفی المنحۃ علی البحر وفی السراج الوھاج لایحول الخ قال فی النھر الثانی اعدل الاقوال (ص ۴۵۰ ج ۱) فقط واللہ اعلم

۲۶/اپریل ۲۰۱۰ء



تائید مزید

از حضرت مولانا مفتی سید عبد القدوس ترمذی مدظلہم
صدر دار الافتاء جامعہ حقانیہ ساہی وال سرگودھا

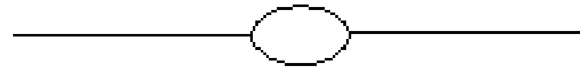
هذا الجواب صحيح

علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے اسی کو حق فرمایا ہے :ونصہ هذا: قلت والحق الصريح هوالقول الاول(السعايةفي كشف مافي شرح الوقاية ج ٢ ص ١٨)

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب دیوبندی رحمہ اللہ نے اذان واقامت کا فرق بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے وكذالاتحويل فيها(محمود الروایہ حاشیہ شرح نقایہ ج ا ص ٦١)

السراج الوہاج میں لایحول کی تصریح ہے ۔النہر الفائق میں اس کو اعدل الاقوال فرمایا گیا ہے ۔صاحب الدر المختار علامہ علاء الدین الحصکفی رحمہ اللہ کے نزدیک تحویل کا قول مختار ہے اور شارح منیہ نے بھی اسے سنت متوارثہ قرار دیا ہے اسی لیے حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے اسے امداد الفتاویٰ میں مسنون لکھ دیا ہے لیکن بہشتی گوہر میں اسے صرف اذان کی سنت قرار دیا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ امداد الفتاویٰ کے قول سے حضرت تھانوی نے رجوع فرمالیا ہے اوراس مسئلہ میں آپ کی تحقیق بدل گئی امدادالفتاویٰ کا فتویٰ سن ١٣٠٣ھ کا تحریر کردہ ہے جو حضرت کے ابتدائی دور کا ہے اور بہشتی گوہر کے مسائل پر نظر ثانی سن ١٣٤٤ھ میں ہوئی اس وقت حضرت کی تحقیق یہی قرار پائی کہ تحویل فقط اذان میں مسنون ہے ادھر علامہ شامی رحمہ اللہ جنہوں نے صاحب درکے قول :وكذافيهامطلقاً سے شامیہ میں کوئی اختلاف نہیں فرمایا بعد میں المنحۃ الخالق میں عدم التفات کو ترجیح دے رہے ہیں اس لیے اقامت میں تحویل وجہ کو سنت قرار دینا صحیح نہیں ہے ،هذاهوالحق وعليه عمل مشائخنا وآبائنا، واللہ اعلم۔

احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ
خادم الافتاء بالجامعۃ الحقانیۃ ساہیوال سرجودھا
عشرون من شہر جمادی الاولیٰ سن ١٤٣١ھ



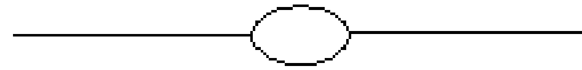
محمد فہیم ترمذی

''خاکوں'' کی خاک

آپ کی عزت کی خاطر بھی جو کٹ سکتا نہیں ہو نہیں سکتا کسی مسلم کا سر خیر البشر

فتنہ ساماں وگمراہ کن ویب سائٹس فیس بک(Face book)اور یوٹیوب(You tube) پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز خاکوں کی مقابلہ بازی اور یورپ کے اخبارات میں شائع ہونے والے گستاخانہ خاکے اہل کفر کی اسی پراگندہ فکر، غلاظت میں لتھڑی ہوئی سوچ اور پست ذہنیت کے غماز ہیں کہ جن عناصر سے اس بدنصیب قوم کا خمیر اٹھایا گیا۔ دراصل یہ ان کا وہی خبث باطن ہے جو انہیں وقتاً فوقتاً اسلام دشمنی پر برانگیختہ کرتا اور بزعم خویش پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی کردارکشی پر ابھارتا رہتا ہے، اور یہ اپنے باطن کی تمام تر خباثتیں وغلاظتیں یکجا کر کے اور اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہمہ انواع کی بدتہذیبی وناشائستگی سمیٹ کر کبھی کسی قسمت کے مارے اخبار میں گستاخانہ خاکے شائع کرتے، کبھی اپنے نصیب کی جہنم کو مزید دہکانے اور اپنے مقدر کی تاریکیوں میں اضافہ کرنے کے لیے کسی بدنصیب ویب سائٹ پر توہین آمیز خاکوں کی مقابلہ بازی کراتے اور کبھی حقیقت کے برعکس کسی فلم میں اسلام کی روشن وآفاقی اور تمام شعبہ ہائے زندگی پر محیط تعلیمات کو دھندلانے اور کفر کے بدنما وبدشکل چہرے کو نمایاں وپرکشش دکھلانے کی ناپاک جسارت کرتے رہتے ہیں۔

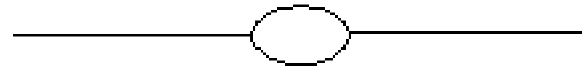
یہ کیسے سوختہ ساماں وتیرہ بخت لوگ ہیں کہ اس ذات مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نیچا دکھانے کی سعی میں ہیں جو مخلوق میں ہر صاحب رفعت سے زیادہ بلند، ہر عزت والے سے زیادہ باعزت اور ہر صاحب وقار سے بڑھ کر باوقار ہے، جس کی امت میں ہونے کے انبیاء سابقین علیہم السلام آرزومند رہے، جس کیلئے بزم کون ومکاں آراستہ کی گئی، خیروشر کے پیمانے وضع کئے گئے، نیکی وبدی میں امتیاز بخشا گیا، مادیت وروحانیت کی تعریفات مقرر کی گئیں، بلندی وپستی کے اصل معیار بتلائے گئے، زندگی کو ایک مقصد عطا کیا گیا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جس کی



شفاعت و رحمت کے بغیر فردوس میں داخلہ تو کجا جنت کی ہوا بھی میسر نہ آ سکے گی۔

مگر یہ تہذیب و اخلاق کے ادنیٰ قرینوں سے نابلد اور بغض و عناد کی اتھاہ گہرائیوں میں بسنے والے ننگ انسانیت کیا جانیں کہ انسانیت کو ظلم و جہالت اور وحشت و بربریت کی پاتال سے نکال کر علم و عرفان اور شعور و آگہی کی معراج تک پہنچانے والی ہستی کن ارفع مقاصد و اجل تعلیمات کی پیامبر اور کن روشن راستوں کی راہنما تھی۔ اس تعفن زدہ قوم کو کیا معلوم کہ اپنے کردار و عمل اور قول و فعل سے شش جہات عالم میں خوشبوئیں بکھیرنے والی ذات کا دامن رحمت کن کن گلہائے رنگا رنگ سے لبریز تھا۔ اس تعصب کے مارے قبیلے کو کیا خبر کہ ساری دنیا کو یگانگت و وحدانیت کا درس دینے، تفریق رنگ و نسل مٹانے اور امتیاز عرب و عجم کی خلیج پاٹنے والے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کس بلند درجہ کے وسیع الظرف، کس پائے کے داعی اتحاد و اتفاق اور اپنی ذات میں کس قدر اپنائیت و انس رکھتے تھے۔ ان جہلائے مطلقہ کو کیا پتہ کہ تئیس سال کی مختصر مدت میں ہر طرح کے نامساعد حالات اور عالم اسباب میں کسمپرسی کے باوجود تن تنہا محض اپنی پیغمبرانہ اولوالعزمی و استقامت کے بل بوتے پر چہار دانگ عالم میں انقلاب عظیم بپا کر دینے والی ہستی کن قائدانہ صلاحیتوں اور معجزانہ اداؤں کی حامل تھی۔ یہ ناقدر شناس نبوت و احسان فراموش رسالت گروہ کیا جانے کہ موجودات کا ذرہ ذرہ اپنی ساری زندگی ایثار و مروت اور عفو و درگزر کی نذر کر دینے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پایاں احسانات و لامتناہی انعامات کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔

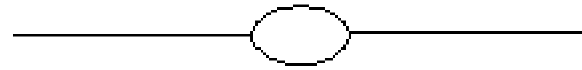
اتنی سی بات تو ہر ذی شعور شخص بلا امتیاز مسلم و غیر مسلم سمجھتا ہے کہ ان اوچھے ہتھکنڈوں، مکروہ اقدامات اور ناپاک و قابل نفرت جسارتوں کے ذریعے اس ذات بابرکات کی رفعت، عظمت، شان، مرتبہ اور وقار میں سرمو بھی کمی نہ آئے گی کہ جس کے ذکر خیر کی بلندی کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سب سے سچی کتاب قرآن کریم میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا ورفعنا لك ذكرك (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذکر کو بلند فرما دیا۔ آپ ذرا سوچئے! کیا چمگادڑوں کے ملامت کرنے سے سورج کا نور دھندلا



جاتا ہے؟ کیا کتوں کے بھونکنے سے چاند کی چمک ماند پڑ جاتی ہے؟ کیا مشک وعنبر کی مہک کسی سند کی مرہون منت ہوتی ہے؟ کیا صبح خوش جمال کا سحر انگیز نظارہ کسی شب پرست نابینا کی مذمت سے سنولا جاتا ہے؟ کیا نصف النہار پر چمکتا خورشید کسی دلیل کا محتاج ہوتا ہے؟ کیا حوض کے گدلے پانی کے مینڈک دریا کی روانی وگہرائی سے آشنا ہو سکتے ہیں؟ کیا کرگس وگدھ ایسے حقیر پرندے، پرندوں کے درویش شاہین کی راہ گزر کے شناسا ہو سکتے ہیں؟ کیا کسی بھتنی کی تنقید سے فرمانروائے سلطنت کی بادشاہت کا سورج افق مغرب سے جالگتا ہے؟ کیا ہر سو کرنیں بکھیرتا سورج انگلی کی اوٹ میں چھپ سکتا ہے؟ کیا چاند پر تھوکنے والا اپنا ہی منہ بھرنے کے سوا اسے کچھ نقصان پہنچا سکتا ہے؟

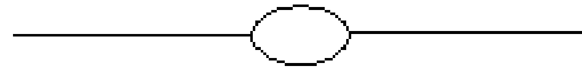
اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو پھر یہود ونصاریٰ اور دیگر کفریہ طاقتوں کے ان مکروہ اقدامات کے پیچھے کیا سازش کارفرما ہے؟ کیا انہیں ہمارے ایمان وعشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان مقصود ہے؟ کیا وہ ہمیں آزمانا چاہتے ہیں؟ کیا انہیں ہماری درخشاں تاریخ سے کچھ علاقہ نہیں؟ کیا وہ حبشی اور رومی کی عزم واستقامت سے نابلد ہیں؟ کیا وہ سمیہ ویاسر کی قربانیوں سے بے بہرا ہیں؟ کیا ان کے سامنے تخت قیصر وتاج کسریٰ کی تاراجی کی داستاں نہیں؟ کیا وہ قلعۂ خیبر کے لرزتے درودیوار بھول چکے ہیں؟ کیا وہ خالد وضرار کی شجاعت سے ناآشنا ہیں؟ کیا انہیں دریاؤں میں گھوڑے دوڑانے اور صحراؤں میں سفینے چلانے والے یاد نہیں رہے؟ کیا انہیں آج بھی کشتیاں جلا دینے والے عظیم سپہ سالار طارق بن زیاد کے تاریخ ساز جملے فاین المفرّ؟ البحر ورائکم والعدوّ امامکم کی بازگشت سنائی نہیں دے رہی؟ کیا وہ ایوبی وابن قاسم کی معرکہ آرائی سے واقف نہیں؟ وہ یقیناً یہ سب جانتے ہیں بلکہ اس سے بھی بہت کچھ زیادہ، لیکن انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اب مسلمانوں میں وہ پہلا سا دم خم نہیں رہا۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اب ہم اپنے اسلاف کی عزم وہمت کے قصائد پڑھنے کے سوا اور کچھ نہیں کر رہے۔ وہ یہ بھی جان چکے ہیں کہ اب عملاً مسلمان اقبالؔ کے اس شعر کی تصویر بن چکے ہیں۔

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟ ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو



عالمی انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں سے تو خیر شکوہ ہی کیا؟ لیکن کیا اس فتنہ انگیز شر کی پشت پناہی کرنے والوں کو اس سارے معاملے میں ''او۔آئی۔سی'' کا شرمناک کردار دکھائی نہیں دے رہا؟ کیا انہیں نظر نہیں آ رہا کہ مسلم امہ کے حکمران تیل کا ہتھیار استعمال کرنے اور یورپ کے بنکوں سے اپنا سرمایہ نکالنے کے بجائے غفلت و بے بسی کی تصویر بنے رسمی سے احتجاج کے سوا کچھ بھی نہیں کر پا رہے؟ کیا انہیں سجھائی نہیں دے رہا کہ مسلمان عوام یورپین مصنوعات کے بائیکاٹ اور ان کی تہذیب وثقافت کو خیر باد کہنے کی بجائے اپنی ہی املاک نذر آتش کر رہے اور اپنی ہی معیشت کو نقصان پہنچا رہے ہیں؟ یقیناً ہماری اور ہمارے حکمرانوں کی یہی معاملہ ناشناسی و بے تدبیری ان عالمی غنڈوں کو شہ دے رہی ہے اور وہ وقتاً فوقتاً اپنی جھوٹی انا کی تسکین اور اپنے خبث باطن کی طمانیت کیلئے ہمارے حساس جذبات مجروح کرتے رہتے ہیں۔ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بحیثیت افراد و بطور قوم اپنی پالیسیوں کا از سر نو جائزہ لیں اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے انہیں روبعمل لا کر اہل یورپ اور ان کے پشت پناہوں کو ان کے پراپیگنڈے کا مؤثر اور منہ توڑ جواب دیں تا کہ انہیں آئندہ ایسی منحوس جسارت بارے سوچنے کی بھی ہمت نہ ہو۔

ہم اس مؤقر جریدہ کی ان بیش قیمت سطور کی وساطت سے تمام مسلم حکمرانوں بالخصوص پاکستان کی دو تہائی اکثریت کی حامل جمہوری حکومت سے پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ آزادی اظہار کی آڑ میں کفریہ طاقتوں کی اس عالمی بدمعاشی کے خلاف انٹرنیشنل لیول پر شدید ترین احتجاج ریکارڈ کرایا جائے۔اس سازش میں ملوث تمام ممالک کے سفراء کو فی الفور مسلمان ملکوں سے ملک بدر کیا جائے نیز اس گستاخانہ حرکت کے مرتکب تمام افراد، ظلمتوں کی کوکھ سے جنم لینے والا حرماں نصیب و بدبخت، حق ناآشنا و باطل پرست، اخلاق باختہ متعصب امریکی صحافی مولی نورس جس نے اس مقابلہ بازی کا اشتہار دیا اور شرانگیز ویب سائٹ فیس بک کے کارپردازان کے خلاف جنہوں نے یہ گستاخانہ مقابلہ منعقد کرانے کی اجازت دے کر ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے جذبات واحساسات کو مجروح کیا سرکاری سطح پر نہ صرف پرزور احتجاج ضروری ہے بلکہ

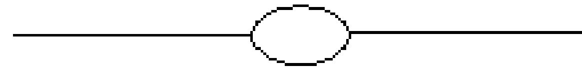


مسلمانانِ عالم کی حمیت اسلامی اور حبِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضہ ہے کہ وہ ان گستاخانہ ویب سائٹس کا مکمل بائیکاٹ کریں اور تمام اسلامی ممالک کے سربرآوردگان کے ذمہ یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ہونے والی ان دریدہ دہنیوں کے مستقل سدباب کے لیے UNO پر دباؤ ڈال کر ایسا قانون منظور کرائیں جس کی رو سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی کردار کشی اور گستاخی کے مرتکب افراد کو سخت سے سخت سزا کا مستحق قرار دے کر کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور حکومتی سطح پر بھی ان ممالک کی مصنوعات کی برآمدات پر پابندی عائد کرتے ہوئے ان کا معاشی بائیکاٹ کیا جائے۔ علاوہ ازیں تیل کی دولت کو بطور ہتھیار استعمال کرتے ہوئے یورپ کو اس کی ترسیل بند کی جائے اور مسلمان تاجروں کا یورپ کے بنکوں میں جمع شدہ سرمایہ (جسے وہ ہمارے ہی خلاف استعمال کر رہے ہیں) مسلم ممالک کے بنکوں میں منتقل کیا جائے تاکہ یورپ کی رواں دواں معیشت کا پہیہ الٹا گھومنے لگے اور مسلمان ممالک کی معیشت مضبوط بنیادوں پر استوار ہو سکے۔

علماء و خطباء کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے وعظوں کے ذریعے عوام الناس کو اس مکروہ سازش کے پس منظر و مقاصد سے آگاہ کریں اور مسلم امہ میں اس چیلنج سے صحیح طور پر نبرد آزما ہونے کا شعور اجاگر کریں کہ مسلمانوں کی زندگی کا اصل مقصد ہی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر کٹ مرنا ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں“ لیکن دنیا کی ساتویں اور عالم اسلام کی پہلی ایٹمی قوت، کرہ ارض پر مدینہ منورہ کے بعد ”لا الہ الا اللہ“ کی بنیاد پہ حاصل کی گئی واحد اسلامی ریاست مملکت خداداد پاکستان کے ناعاقبت اندیش بزدل حکمران محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس اور محبت کو پس پشت ڈال



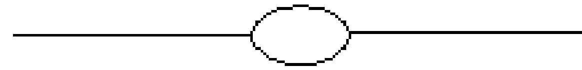
کر کشکول گدائی ہاتھوں میں لیے غیر مسلم قوتوں کی کاسہ لیسی اور جبہ سائی میں مصروف ہیں۔

کیا جوہری قوت کے حصول کا مقصد صرف اتنا تھا کہ پاکستان دنیا کی ساتویں اور عالم اسلام کی پہلی ایٹمی طاقت ہونے کا اعزاز حاصل کر سکے؟ کیا ہمارے محنتی اور قابل ترین سائنس دانوں کی شب و روز کی انتھک محنتیں اور عوام کی خون پسینے کی کمائی محض اس لیے تھی کہ اس سے ایٹم بم بنا کر شوپیس کے طور پر کسی میوزیم کی زینت بنا دیا جائے؟ اگر محمد رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لیے بھی ایٹم کا استعمال نہ کیا گیا تو پھر آخر یہ کس دن کام آئے گا؟ کیا ہمیں پاکستان کا جغرافیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و وقار سے زیادہ عزیز ہے؟ قسم بخدا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و ناموس پر دونوں عالم بھی قربان ہو جائیں تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

امام دار الہجرۃ ابو عبداللہ مالک بن انس رحمہ اللہ کا فرمان ہے ''مابقاء هذه الامة بعد شتم نبيها صلى الله عليه وسلم'' اس امت کو جینے کا کیا حق ہے جس کے نبی کو سب و شتم کا نشانہ بنایا جا رہا ہو، اگر ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی (نعوذ باللہ) گستاخی پر بھی ہوش میں نہ آئے تو پھر:

ع ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

چمگادڑوں کی ٹوک سے سورج کو کیا ضرر — کتوں کے بھونکنے سے بجھا ہے کبھی قمر؟
اندھا ہزار کہتا رہے دن کو ''رات ہے'' — کیا مان لے گا اس کی جو ہے صاحب نظر
خوشبوئے مشک خود ہے سند اپنے مشک کی — خورشید خود دلیل ہے اپنی اے بے خبر!
حوضوں کے مینڈکوں کا ہے دریا سے ربط کیا — کرگس کے علم میں کہاں شاہیں کی رہگذر
تنقید بادشاہ پہ بھنگی کرے تو کیا — خود اپنے منہ پہ آتا ہے تھوکے جو چاند پر
ناپاک سوچ کو کہاں پاکیزگی سے شغل — گلقند کے مزے کی گدھے کو ہے کیا خبر؟
نیچا دکھا سکیں گے نہ رب کے حبیب کو — دنیا کے سب خبیث بھی یکجان ہوں اگر
ان کا وقار بڑھتا رہے گا یونہی فہیم — ''خاکوں'' کی خاک اڑتی رہے گی نگر نگر



مفتی محمد عبداللہ چنیوٹی

احکام القرآن مفتی عبدالشکور ترمذی کا منہج

تحقیقی جائزہ (قسط۲۴)

ثنویت کی تردید

قوله تعالیٰ: الحمد لله الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمت والنور

الرد علی الثنویة الذین یزعمون قدم الظلمة والنور

ان الثنویة یزعمون ان النور والظلمة جسمان قدیمان سمیعان بصیران اولهما خالق الخیر والثانی خالق الشر فمدعاهم الفاسد یبطل بمجرد هذا. وایضا: ان الرد یحصل لکونهما محدثین بقطع النظر عما اعتبر فی مفهوم الجعل ولو اتی بالخلق بدله حصل المقصود منه.

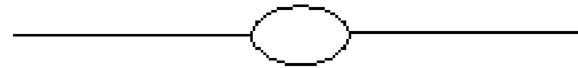
سورۂ انعام کی آیت نمبرا **الحمدلله الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمت والنور** کے تحت ثنویت کی تردید اس طرح فرمائی کہ:

ثنویت کے قائلین کا خیال ہے کہ نور اور ظلمت دو ایسے اجسام ہیں جو قدیم، سمیع اور بصیر ہیں، ان میں سے نور خیر کا پیدا کرنے والا اور ظلمت شر کا پیدا کرنے والا ہے۔

ان لوگوں کا یہ دعویٰ باطل اور فاسد ہے کیونکہ آیت مبارکہ میں نور اور ظلمت کا خالق اللہ تعالیٰ کو بتایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات قدیم سمیع اور بصیر ہے، نور اور ظلمت تو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں جو اس کی مخلوق ہیں، معلوم ہوا کہ یہ دونوں چیزیں نور اور ظلمت قدیم نہیں بلکہ حادث ہیں۔

حشویہ کی تردید

قوله تعالیٰ: لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک ولیس فیه دلالة علی مذهب بعض الحشویة



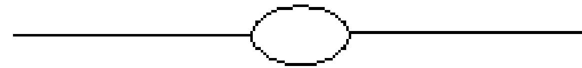
قال الجصاص: وذهب قوم من الحشوية الى ان على من قصده انسان بالقتل ان لا يقاتله ولايدفعه عن نفسه حتى يقتله وتأولوه فيه هذه الأية وقد بينا انه ليس في الأية دلالة على انه كف يده عن قتله حين قصده بالقتل. وانمايدل على انه لايبدأ بالقتل على ماروى عن ابن عباس ولوثبت حكم الاية على ما ادعوه لكان منسوخا لماذكرنا من القرآن والسنة واتفاق المسلمين على ان سائر الناس دفعهم عنه وان اتى على نفسه وتاولت هذه الطائفة التى ذكرنا قولنا احاديث رويت عن النبي ﷺ ولادلالة لهم فيها (وحملها الجصاص على محامل حسنة وردها الى معاني يثبت عنها المنع عن ابتداء القتل عن نفسه فلم يثبت عنها المنع. ش) ولوكان الامر في ذلک على ماذهبت اليه هذه الطائفة من حظر قتل من قصد قتل غيره ظلما والامساک عنه حتى يقتل من يريد قتله لوجب مثله في سائر المحظورات اذا اراد الفاجر ارتكابها من الزنا واخذ المال ان نمسک عنه حتي يفعلها فيكون في ذلک ترک الامر بالمعروف والنهي عن المنكر واستيلاء الفجار وغلبة الفساق والظلمة ومحو آثار الشريعة وماعلم مقالة اعظم ضررا على الاسلام والمسلمين من هذه المقالة.

ويدل على صحة قول الجمهور في ذلک قوله تعالى: من اجل ذلک كتبنا على بني اسرائيل انه من قتل نفسا بغير نفس اوفساد في الارض فكانما قتل الناس جميعا فكان في مضمون الأية اباحة قتل المفسد في الارض ومن اعظم الفساد قصد قتل النفس المحرمة فثبت بذلک ان القاصد لقتل غيره ظلما.

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۲۸ لئن بسطت الي يدک لتقتلني ماانابباسط يدى اليک لاقتلک کے تحت حشویت کی تردید فرماتے ہیں۔

علامہ جصاص رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

بعض حشویہ کا مذہب یہ ہے کہ جس انسان کو کوئی قتل کرے تو وہ مقتول قتل ہونے میں



مزاحمت نہ کرے اور نہ اس کو اپنے سے دور کرے حتی کہ وہ اسے قتل کر دے، اس فرقہ کے لوگ اس آیت میں تاویل کرتے ہیں۔

جمہور مفسرین نے اس کا جواب دیا کہ:

اس آیت میں اس بات پر دلالت نہیں کہ مقتول نے قاتل کو قتل کے ارادہ کے وقت اپنے قتل سے نہیں روکا بلکہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ مقتول یعنی ہابیل نے قتل کرنے میں پہل نہیں کی، یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وگرنہ اگر حشویہ کا استدلال اور مذہب اختیار کیا جائے تو بہت سی ممنوعات کا ارتکاب سر عام ہوتا رہے گا اور اس کو روکنے اور منع کرنے کی ممانعت ہوگی جس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کے خلاف لازم آئے گا۔

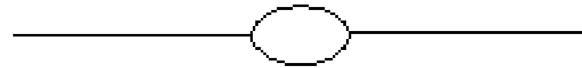
خوارج کی تردید

قوله تعالٰی: السارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم فمن تاب من بعد ظلمه واصلح فان الله يتوب عليه ان الله غفور رحيم.

ويشترط للقطع كون المال المسروق نصابا بالاجماع وان اختلف في مقداره خلافا للخوارج.

ويشترط للقطع ان يكون المال المسروق نصابا باجماع اهل السنة وعندالخوارج لا يشترط ذلك وبه قال ابن بنت الشافعي وداؤد وهو المروى عن الحسن البصرى لاطلاق الآية ولقوله ﷺ :لعن الله السارق يسرق الحبل ويقطع يده ويسرق البيضة ويقطع يده متفق عليه من حديث ابى هريرة قلنا الآية ليست على اطلاقه اجماعا وقول الخوارج لاعبرة بها وكذا قول داؤد والحسن لايصلحان خارقا للاجماع.

وقد مر الجواب عن الاستدلال بحديث لعن الله السارق الخ. عن



الجصاص من ان السارق بیضة الدجاج لاقطع علیه بلاخلاف فیکون المراد بیضة الحدید والحبل قد یکون مما یساوی العشرة والاخذ بالاکثر فی هذاالباب اولی احتیالا للدرأ.

سورۂ مائدہ کی آیت السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا نکالا من الله والله عزیز حکیم فمن تاب من بعد ظلمه واصلح فان الله یتوب علیه ان الله غفور رحیم کے تحت خوارج کی اس مسئلہ کے تحت تردید بھی فرماتے ہیں۔

چوری میں ہاتھ کاٹنے کیلئے چوری شدہ مال کا نصاب کے برابر ہونا

اہل السنّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنے کیلئے چوری شدہ مال کا نصاب کے برابر ہونا ضروری ہے، جبکہ خوارج کے نزدیک نصاب کی شرط نہیں ہے، ان کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت ہے کہ:

اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرتا ہے جو شخص رسی چراتا ہے پس اس کا ہاتھ کاٹا جائے اور جو انڈا چراتا ہے اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔

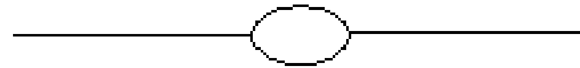
یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ سے بخاری و مسلم میں مروی ہے۔

اہل سنت اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ آیت کا حکم اپنے اطلاق پر نہیں ہے، لہٰذا خوارج کا قول خلاف اجماع ہونے کی وجہ سے معتبر نہیں جبکہ حدیث مستدل کا جواب یہ ہے کہ، اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ مرغی کا انڈا چرانے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا بلکہ یہاں مراد لوہے کا انڈا ہے اور رسّی کے چرانے کا مطلب یہ ہے کہ رسّی کبھی دس درہم سے یعنی نصاب تک پہنچ جاتی ہے اس صورت میں ہاتھ کاٹا جائے گا وگرنہ نہیں، حنفیہ کا دس درہم کی مقدار لینا اس وجہ سے بھی ہے کہ حد کے باب میں اکثر مقدار کو لینا بہتر اور احتیاط پر مبنی ہے۔

جہمیہ کی تردید

قوله تعالٰی: قل ای شیء اکبر شهادة

بیان انه تعالٰی هل یجوز ان یسمی ب"الشیء اولایجوز



قال الرازی :نقل عن جهم انه ینکر کونه تعالٰی شئیا .واعلم انه لاینازع فی کونه تعالٰی ذاتاموجودا وحقیقة الاانه ینکر تسمیة تعالٰی بکونه شئیا فیکون هذا خلافافی مجرد العبارة.

واحتج الجمهور علٰی تسمیة الله تعالی ب"الشیء"بهذه الأیة

وتقریره انه قال :ای الاشیاء اکبر شهادة ثم ذکر فی الجواب عن هذاالسوال قوله:"قل الله "وهذا یوجب کونه تعالٰی شیئا کماانه لوقال :ای الناس اصدق .

فلوقیل : جبریل کان هذا الجواب خطأ لان جبریل لیس من الناس فکذا ههنا

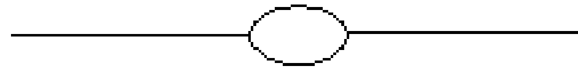
سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۹ **قل ای شئی اکبر شهادة** کے تحت جہمیہ کے قول کی تردید فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو الشیء کے ساتھ موسوم کرنا

امام رازی رحمہ اللہ کے حوالے سے حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ:

جہمیہ سے منقول ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شی ہونے کا انکار کرتے ہیں، یادرکھنا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے اس بات میں جھگڑا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے اوراس کی حقیقت بھی ہے بلکہ وہ لفظ شی کا اللہ کی ذات کیلئے استعمال کرنے کا انکار کرتے ہیں حالانکہ یہ بات بھی آیت کے ظاہری مفہوم کے خلاف ہے اورجمہور نے الشی کا استعمال ذات الٰہی کیلئے جائز قراردیا ہے۔

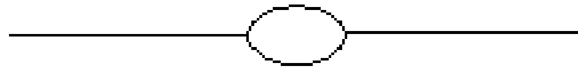
(جاری ہے)



مولوی محمد آصف چنیوٹی

اخبار الجامعہ

۵ رجب المرجب : حضرت صدر جامعہ مدظلہم جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا کے سالانہ جلسہ اختتام بخاری شریف میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ ۶ / جامعہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا میں تفصیلی بیان فرمایا اور رئیس المحدثین حضرت شیخ سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم نے دورۂ حدیث اور موقوف علیہ کے طلبہ کو درس حدیث اور اجازت حدیث دی۔ ۷/ جامعہ نعمانیہ بھاگٹا نوالہ میں بیان فرمایا اور بعدہ دارالعلوم کبیر والا تشریف لے گئے اور مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ ۸/ اقبال کالونی سرگودھا میں طالبات کو بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس دیا۔ ۱۰/ مدرسہ احیاء السنۃ فروکہ میں افتتاح فہم دین کورس کے موقع پر ایک گھنٹہ بیان فرمایا۔ ۱۱/ درجہ تخصص فی الفقہ کے طلبا کے لیے اجازت حدیث پاک کی تقریب کا انعقاد ہوا، طلبہ نے احادیث سنائیں پھر صدر جامعہ مدظلہم نے پوری سند کے ساتھ بخاری شریف کی پہلی حدیث سنا کر تقریباً دو گھنٹے تک تفصیلی بیان کیا، سب کو اجازت حدیث دی اور دعاء کرائی اس کے بعد جامعہ محمدیہ فیصل آباد تشریف لے گئے جہاں اختتام بخاری شریف کے موقع پر بیان فرمایا۔ ۱۲/ جمعہ مولانا طاہر صاحب کے ہاں فیصل آباد میں ہی پڑھایا اور بعد مغرب جامعہ امدادیہ چنیوٹ کے سالانہ جلسہ میں بیان فرمایا۔ ۱۴/ جامعہ حقانیہ للبنات میں ۵/ طالبات کو آخری سبق پڑھا کر بیان فرمایا اور بعد عشاء مدرسہ اشرف العلوم 92 موڑ میں ایک طالب علم کو آخری سبق پڑھا کر ایک گھنٹہ بیان فرمایا۔ ۱۶، ۱۷/ دارالعلوم سرگودھا میں دورۂ حدیث سے فارغ ہونے والے طلبہ سے خطاب کیا اور روایت حدیث کی اجازت دی۔ ۱۸/ درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی کے طلبہ کو آخری سبق پڑھا کر دعا کرائی، اس تقریب میں سال اول اور دوم کے طلبہ نے شرکت کی بعد ازں پپلاں ضلع میانوالی جلسہ میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے اور بعد عشاء بیان فرمایا۔ ۱۹/ جامع مسجد حقانیہ میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے پون گھنٹہ بیان فرمایا اور بعد عصر اسی حوالہ سے جامعہ حقانیہ میں درس قرآن کریم ارشاد فرمایا۔ ۲۰/ جامعہ حقانیہ للبنات میں اختتام بخاری شریف، ترمذی شریف اور مشکوۃ شریف کا آخری سبق پڑھایا اور بیان کے بعد اختتامی دعا کرائی۔



فہیم ترمذی



نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

خزاں کو کیا ہو تری دلکشی کا اندازہ
کہ تو بہار کا اِک پھول ہے تر و تازہ
ترا کمال، کہ دشمن بھی معترف تیرے
ترا جمال، کہ ہے رُوئے حُسن کا غازہ
کبھی یہ تجھ سے تقابل کی سوچ بیٹھا تھا
قمر کا داغ اُسی بھول کا ہے خمیازہ
ترا خیال تو پل بھر جھٹک سکوں شاید
بکھر نہ جائے مگر زندگی کا شیرازہ
جہاں جہاں ہیں مری لغزشوں کے افسانے
وہاں وہاں ہے تری رحمتوں کا آوازہ
نہیں، فہیمؔ نہیں، تیری بزم کے قابل
یہی بہت ہے مرا سر ہو تیرا دروازہ

